ادیبہ صدیقی

عہد نبوی ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے دعوتی اثرات

دعوت، دعا، یدعوا، دعوۃ کے معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں۔[۱] قرآن پاک میں دعوت کا لفظ دعا اور پکارنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، جیسے کہ سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ[۲]

میں پکارنے والے کے پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔

عام طور پر دعوت سے مراد لوگوں کو ترغیب دلانا، خیر خواہی کی ہدایت کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا ہے، تاکہ سارے لوگ دنیا وآخرت میں فلاح پائے اور کام یاب ہوجائیں۔

دعوت کا مقدس فریضہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا اور ان ہی کے توسط سے اپنی مخلوق کو اپنا پیغام پہنچایا۔ انبیائے کرام کے بعد ان کے پیروکاروں کے ذمّے یہ فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام جو اُن تک ان کے نبی کے ذریعے پہنچا ہے وہ اُسے آگے دوسرے لوگوں تک پہنچائے، تاکہ انہیں آخرت میں کام یابی نصیب ہو اور کوئی حجت باقی نہ رہے۔

سیرت النبی ﷺ کے مصنف انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ ودعوت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> نبی کا سب سے پہلا اور اہم فرض تبلیغ اور دعوت ہے یعنی جو سچائی اُسے خدا سے ملی ہے اس کو دوسروں تک پہنچا دینا اور جو علم اُسے عطا ہوا ہے اس سے اوروں کو بہرہ ور کرنا، خدا کا جو پیغام اُس تک پہنچا ہے وہ لوگوں کو سنا دینا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جس صداقت سے آگاہ کیا ہے اس سے انسانوں کو باخبر کرنا، جو مالی، جانی، زبانی، دماغی، روحانی اور اخلاقی

۱۔ رازی، محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر۔ المختار الصحاح۔ مترجم عبدالرزّاق، دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۳ء: ص ۲۹۶، حرف دع

۲۔ البقرۃ:۱۸۶

طاقتیں اس کو بخشی گئی ہیں ان کو اس راہ میں صرف کرنا اور انسان کو سمجھانے، بجھانے اور راہِ راست پر لانے میں صداقت کی ہر تاثیر سے کام لینا۔ اس اعلان اور دعوت میں جو تکلیف بھی پیش آئے اس کو راحتِ جان جاننا، جو مصیبت درپیش ہو اس کو آرام سمجھنا جو کانٹے بھی اس وادی میں اس کو تلووں میں چبھیں ان کو رگِ گل سمجھنا، اس حق کی آواز کو دبانے کے لیے جو قوت بھی سر اُٹھائے اس کو کچل دینا اور مال و منال، اہل و عیال غرض جو چیز بھی اس سفر میں سنگِ راہ ہو کر سامنے آئے اس کو ہٹا دینا اور اس کی ان ساری کوشش و کاوش کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی، مخلوق کی خیر خواہی اور اپنے فرضِ رسالت کی ادائیگی کے سوا کچھ نہ ہونا۔ یہ سب انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا مفہوم ہے۔[۳]

مصنف نے جامع الفاظ میں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا مفہوم اور ذمے داری کو بیان کیا ہے اور دعوت کے تصوّر کو واضح کیا ہے۔

دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں انہوں نے اپنے اوپر عائد اس ذمے داری اور فرض کو نہایت ایثار اور قربانی سے انجام دیا ہے، اور ایک لمحے بھی اپنے فرض سے کوتاہی نہیں برتی۔ آج دنیا میں انسانوں سے ہم دردی، محبت، نیکی کا تصوّر کا وجود اگر موجود ہے تو یہ سب تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت اور جدوجہد ہی کا نتیجہ ہے۔[۴]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اسی دعوت کی تجدید تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دعوت کا پیغام پہنچانے کے لیے حکمت و موعظت سے کام لینے کا حکم دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصولوں کو ہی اپنی دعوت کا ذریعہ بنایا۔ اس سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ[۵]

اپنے پروردگار کے راستے کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے سے بلایئے اور اُن سے مناظرہ خوش آئند طریقے سے کیجیے۔

۳۔ نعمانی، شبلی۔ ندوی، سید سلیمان۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ادارہ اسلامیات لاہور، پاکستان ۲۰۰۲ء: ج ۳، ص ۱۲۴

۴۔ ایضاً

۵۔ النحل: ۱۲۵

نبی کریم ﷺ نے اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے لیے اپنی تمام توانائیاں، قوتیں، صلاحیتیں اور سارا وقت صرف کردیا۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دین کی طرف دعوت دینے اور انہیں راہِ حق پر لانے کے لیے آپ ﷺ کی تڑپ کس قدر شدید تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسی حوالے سے آپ ﷺ سے فرمایا:

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ (۶)

پس آپ ﷺ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہیں ڈالنی چاہیے یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے بہ خوبی آگاہ ہے۔

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو آپ ﷺ ہمہ وقت داعی کی حیثیت سے نظر آتے ہیں ۔آپ کی قوم آپ ﷺ کی مخالف ہوگئی ، طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں آپ ﷺ نے اس مقدس فریضے کو انجام دینے کے لیے برداشت کیں، لیکن اپنے مقصد پر ڈٹے رہے۔آپ ﷺ حج کے مواقع پر مختلف مقامات سے آنے والے قبائل کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور انہیں توحید کے قیمتی سرمائے کی طرف دعوت دیتے، لیکن کوئی بھی آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک نہیں کہتا، سوائے چند ایک لوگوں کے۔گیارہ سال تک رسول اللہ ﷺ ایسی زندگی گزارتے رہے جس میں کوئی راحت اور چین نہیں تھا لیکن ان حالات میں بھی آپ ﷺ نے صبر عظیم کا مظاہرہ کیا اور آپ ﷺ کی دعوت وعزیمت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ (۷)

حتیٰ کہ آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورّہ کی سرزمین کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کی دعوت کے لیے ہموار کردیا اور اہلِ مدینہ کے دلوں میں اس دین کو قبول کرنے کے لیے نفسیاتی آمادگی پیدا کردی۔ انہوں نے نہ صرف آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرکے آپ ﷺ پر ایمان لائے بل کہ آپ ﷺ کو مدینے کی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے بھی تسلیم کیا۔ مدینہ منورّہ میں رہنے والے یہود قبائل آپ ﷺ پر ایمان تو نہیں لائے، لیکن انہوں نے میثاقِ مدینہ کے تحت آپ ﷺ کو مدینے کے سربراہ کے طور پر قبول کرلیا تھا۔ (۸) اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مدینہ منورّہ کو اسلام کا مرکز بنا دیا جہاں سے اسلام کی روشنی نے پھیل کر پوری دنیا کو منور کردیا۔

۶۔ فاطر:۸

۷۔ البوطی، محمد سعید رمضان۔ دروسِ سیرت (فقہ السیرۃ)، مترجم محمد رضی الاسلام ندوی۔ نشریات لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲۹

۸۔ دروسِ سیرت: ص ۲۱۶

رسول اکرم ﷺ کے عظیم کرداراور تمام محاسنِ اخلاق جیسے آپ کی حسن معاملت، نرم خوئی، فیاضی وسخاوت، عفوودرگزران سب پر مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا ایک معجزہ تسخیر القلوب بھی تھا۔ آپ ﷺ کا بلند کردار اور پرکشش شخصیت کی معجزانہ کشش ہی تھی کہ لوگ جوق در جوق اسلام کے دائرے میں داخل ہوتے جارہے تھے۔ آپ ﷺ نے آس پاس کے قبائل سے بھی معاہدات وتعلقات استوار کیے اور ان کے وفود کا اکرام کیا۔ جس سے وہ آپ ﷺ کے اور اسلام کے قریب ہوئے اور پھر اسلام اُن کے دلوں میں راسخ ہوگیا۔

قرآن مجید رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کو بیان کرتا ہے:

وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ[9]

اور اگر آپ ﷺ درشت خو ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے چل دیتے

رسول اکرم ﷺ کا رویہ اپنے مخاطبین کے ساتھ مہربان استاد اور مشفق باپ کے جیسا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی دعوت میں اپنائیت، محبت اور حوصلہ افزائی کا رنگ نمایاں ہوتا، اسی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کی بات نہ صرف توجہ سے سنتے بل کہ آپ ﷺ کے گرویدہ بھی ہوجاتے۔ صحابہ کرامؓ کی آپ ﷺ سے محبت کے واقعات سے سیرت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

دعوت تبلیغ بھی حکمت عملی کے تحت کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عمدہ نصیحت، دانائی، خوش آئند طریقے سے لوگوں کو اپنی طرف بلایے۔ اللہ تعالیٰ نے حکمۃ والموعظۃ الحسنۃ سے دعوت کے اُصول متعین کردیے۔ جس کے آگے ذیلی اُصول ونکات بنتے ہیں، جن کے تحت دعوت وتبلیغ کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا جاسکتا ہے۔

دعوت وتبلیغ کے بہت سے اُصولوں میں سے ایک اُصول کو تالیف القلوب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تالیف القلوب جس کے لفظی معنی دلوں کو ملانا، دل جوئی کرنا ہے۔[10] یعنی اس سے مراد اس شخص کے ساتھ جس کو اسلام کی طرف مائل کرنا ہو، لطف ومحبت، امدادواعانت اور ہم دردی کرنا ہے۔ کیوں کہ انسان طبعًا شریفانہ جذبات کا ممنون ہوتا ہے یہ ممنوعیت عناد اور ضد کے خیالات کو دور کرکے

۹۔ آل عمران:۱۵۹

۱۰۔ فیروزالدین۔ فیروزاللغات: مادہ تالیف

قبولِ حق کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے۔[۱۱] اور ویسے بھی انسان کا دل اس کی قوتِ محرکہ ہے، اور اسی سے انسانی زندگی میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ جب دعوت دینے والی کی دعوت اس کے دل پر اثر کر گئی تو گویا داعی اسے راہِ حق پر گام زن کرنے میں کام یاب ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارکہ ہے:

اَلاَ وَاِنَّ فِی الجسَدِ مضغةً إذا صَلَحَتْ صَلَحَ الجسَدِ کُلّهٗ وَإذا فسَدَتْ فَسَدَ الجسَدِ کُلّهٗ اَلاَ وَهِیَ الْقَلْبُ[۱۲]

آگاہ رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ سنور جائے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو وہ تمام بدن خراب ہو جاتا ہے اور سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔

اسی وجہ سے دلوں کو ملانے کے لیے اچھے طریقے سے نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ مخاطب کا دل اسلام کی دعوت کے پیغام سے متاثر ہو جائے۔ چناں چہ دعوتِ اسلام کی حصولِ کام یابی کے لیے نومسلموں کی تالیف القلب ضروری تھی تاکہ وہ اسلام کے وفادار بن جائیں۔ قرآن پاک میں بیت المال سے موکفۃ القلوب کا حصہ مقرر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے کہ سورۂ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ[۱۳]

حقیقت یہ ہے کہ صدقات تو دراصل فقرا و مساکین (اور ان کے لیے ہیں) جو مامور ہیں صدقات کے کام پر (عاملین) (اور ان کے لیے ہیں) جن کی تالیفِ قلبی مطلوب ہو۔

حضور اکرم ﷺ نو مسلموں کی بہت دل جوئی فرمایا کرتے تھے، اور انہیں بڑے بڑے عطیات دیا کرتے تھے، چناں چہ آپ ﷺ نے اسلام کے کئی شدید ترین دشمنوں کو محض تالیف القلبی کے ذریعے حلقہ بہ گوش اسلام کر لیا، اور وہ ایسے اسلام میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے جان نثاروں میں شامل ہو گئے۔ جیسے کہ غزوۂ حنین سے ملنے والے مالِ غنیمت کو آپ ﷺ نے روسائے مکہ میں ان کی تالیف القلبی کی خاطر تقسیم کر دیا۔ صفوان بن اُمیہ جو اسلام کے اور آپ ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے وہ خود کہتے ہیں:

۱۱۔ سیرت النبی ﷺ: ج ۳، ص ۲۱۸

۱۲۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ دار طوق النجاۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ: ج ۱، ص ۲۱، ۲۰، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا الدینہ، رقم ۵۲

۱۳۔ التوبہ: ۶۰

وَاللّٰہِ لَقَدْ اَعْطَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَعْطَانِیْ، وَاِنَّہٗ لَاَبْغَضُ النَّاسِ اِلَیَّ فَمَا بَرِحَ یُعْطِیْنِیْ حَتّٰی اَنَّہٗ لَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ (۱۴)

خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اتنا دیا جس کی کوئی حد نہیں ہے جب کہ مجھے ان سے سخت بغض تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمام انسانوں سے محبوب ہو گئے۔

ایک بدو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنے ریوڑ ہیں مجھ کو عنایت کردیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب اُس کو عطا کر دیے۔ یہ فیاضی اور احسان دیکھ کر وہ ایسا متاثر ہوا کہ اس نے اپنے پورے قبیلے سے جاکر کہا:

یَاقَوْمِ أَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ یُعْطِیْ عَطَاءً لَا یَخْشَی الْفَاقَۃَ (۱۵)

اے قوم! اسلام قبول کرلو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقر وافلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ہم راہ کسی سفر میں تھے ان کے پاس پانی بالکل نہیں تھا جب پانی کی ضرورت نہانے اور پینے کے لیے درپیش آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک اور صحابی کے ہم راہ پانی کی تلاش کے لیے بھجوایا۔ راستے میں انہیں ایک عورت ملی جو اونٹ پر پانی کے دو مشکیزیں بھرے ہوئے لے جارہی تھی۔ آپ دونوں صحابہ کرامؓ اس عورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوائے اور مشکوں کے منہ کھول دیے اور تمام لشکر میں منادی کردی گئی کہ خود بھی سیر ہو کر پئیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلائیں۔ جس نے چاہا اُس میں سے پیا، یہاں تک کہ ایک صحابی کو غسل کی حاجت تھی اسے بھی غسل کے لیے پانی دیا گیا کہ وہ غسل کرلے۔ وہ عورت کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ جب پانی پیا جانا بند ہوا تو مشکیزوں میں پہلے سے بھی زیادہ پانی موجود تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے کچھ جمع کرو۔ لوگوں نے اس کے لیے عمدہ قسم کی کھجوریں (عجوہ) آٹا اور ستو اکٹھا کیا، یہاں تک کہ بہت سارا کھانا اس کے لیے جمع ہو گیا تو اسے لوگوں نے ایک کپڑے میں رکھا اور عورت کو اونٹ پر سوار کرا کے وہ کپڑے کی پوٹلی

۱۴۔ امام مسلم، مسلم بن حجاج۔ صحیح مسلم۔ داراحیاء الکتب العربیۃ قاھرۃ: کتاب الفضائل، باب ما سُئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیاقط: ج ۴، ص ۱۸۰۶، رقم ۵۹ (۲۳۱۳)

۱۵۔ ایضاً، حدیث نمبر ۵۷ (۲۳۱۲)

ساتھ رکھ دی۔ آپ ﷺ نے اُسے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمھارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب کر دیا ہے۔ وہ عورت گھر پہنچی تو لوگوں نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ اُس نے سارا ماجرا سنایا اور آپ ﷺ کے متعلق کہا کہ وہ واقعی نبی ہیں۔ اس عورت کو اسلام اور نبی کریم ﷺ کے اثر نے اتنا متاثر کیا کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے قبیلے کے تمام لوگ حلقہ بہ گوش اسلام ہو گئے۔[16]

ان تمام واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اچھے رویے اور فیاضی اور عنایت سے لوگوں پر کتنا اثر پڑا کہ انہوں نے دل سے اسلام کی حقانیت کو قبول کرلیا۔ لہٰذا یہ ہی زیرِ بحث باب کا موضوع ہے، جس میں ہم یہ جائزہ لیں گے کہ آپ ﷺ کے اِقطاع وعطایا جو آپ نے نومسلموں کی دل جوئی اور وفود کے اکرام میں انہیں عنایت فرمائے، وہ سب رسول اکرم ﷺ کی دعوت کے فریضے میں کس قدر معاون ثابت ہوئیں۔

غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت اور موکفۃ القلوب

غزوہ حنین کے موکفۃ القلوب کا ذکر اس حوالے سے نہایت اہم ہے۔ یہ مکہ معظمہ کے اکثر روٴسا واشراف تھے جنھوں نے حال ہی اسلام قبول کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان ہی نومسلم صحابہ کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے انہیں بے شمار عطایا سے نوازا، تاکہ وہ بھی اسلام کو مضبوط کرنے میں معاون ثابت ہوں اور وہ لوگ جہنم کا ایندھن بننے سے بچیں۔

اس فصل عنوان کے تحت ہم رسول اللہ ﷺ کے عطایا کی تفصیل اور اُن کے دعوتی اثرات کا جائزہ لیں گے جو آپ ﷺ نے تالیفِ قلبی کے لیے اُن نومسلم حضرات کو عطا کیے تھے جنہیں قرآن مجید میں موکفۃ القلوب کا نام دیا گیا ہے۔

قبلہ ہوازن مضری عدنانی قبیلہ تھا۔ یہ قیس بن قیلان کا بہت اہم بطن سمجھا جاتا تھا۔ ان کا نسب یوں تھا۔ بنوہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ہوازن تین بڑے قبائل جو بکر بن ہوازن کے تھے جمع رکھتا تھا جو یہ ہیں۔ بنو سعد بن بکر، بنومعاویہ بن بکر،، اور بنومنبہ بن بکر۔[17] جزیرہ عرب میں بسنے والے قبائل میں قبیلہ ہوازن سب سے

۱۶۔ بخاری: ج۱، ص۷۶، رقم ۳۴۴

۱۷۔ کحالہ، عمر رضا۔ معجم القبائل العرب: ج۳، ص۱۲۳۱، حرف الھاء، مادہ ہوازن بن منصور

خطرناک قبیلہ تھا۔ ہوازن قبیلے کے بے شمار بازو تھے۔ ان میں سے اہم ترین ثقیف، کعب، کلاب، بنو ہلال، بنو عامر بن صعصعہ، بنو جشم اور بنو نصر تھے۔ ہوازن قوتِ تعداد کے اعتبار سے نجد کے مشہور قبائل غطفان کے مشابہ تھے۔[18] اسی لیے جزیرہ عرب میں سیادت کے دعوے دار تھے۔[19]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ فتح کیا تو ہوازن اور ثقیف کے اشراف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر اتفاق کیا۔ ان سب کی قیادت مالک بن عوف النصری کر رہا تھا جو قبیلہ ہوازن سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ تیس سال کا نوجوان تھا۔[20]

اس نے جنگی حکمت عملی کے تحت تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہم راہ اپنے مال، عورتوں اور بچوں کو بھی لائے، تاکہ ان کی وجہ سے میدان جنگ سے ان کے پاؤں نہ اکھڑ سکیں۔[21]

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں علم ہوا کہ یہ قبائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے بنی نصر کے رئیس مالک بن عوف کی قیادت میں حنین تک بڑھ آئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے مقابلہ کرنے کے لیے حنین کی طرف روانہ ہوئے۔[22] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں دو ہزار مکے کے نومسلم تھے جو طلقا (آزاد) کہلاتے تھے۔[23]

صفوان بن اُمیہ جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ ان کے پاس بہت سا ہتھیار اور زرہیں تھیں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زرہیں مستعار لینا چاہیں۔ صفوان نے اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کیا آپ غاصبانہ طور پر ہتھیار لیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں عاریتاً لیں گے اور ان کی واپسی ہے کہ ذمے دار ہوں گے۔[24] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو فاتح مکہ کی حیثیت سے جبر و قوت سے ان سب سے اسلحہ اور سامان حاصل کر سکتے تھے، کیوں کہ قریش مکہ اس

۱۸۔ باشمیل، محمد احمد۔ غزوہ حنین۔ مترجم اختر فتح پوری۔ کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۸۴ء: ص ۵۱۔

۱۹۔ صدیقی، محمد یاسین مظہر۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تنظیم ریاست و حکومت: ص ۱۵۰

۲۰۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۱۳۹، ۱۳۸

۲۱۔ ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۹۰ء: ج ۴، ص ۸۲۔ طبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الرسل والملوک۔ دار المعارف، قاھرہ: ج ۳، ص ۷۱

۲۲۔ تاریخ الرسل والملوک: ج ۳، ص ۷۰

۲۳۔ سیرت ابن ہشام: ج ۴، ص ۸۴۔ طبری: ج ۳، ص ۷۳

۲۴۔ ایضاً

وقت آپ ﷺ کے سامنے مغلوب تھے لیکن آپ ﷺ نے جنگ کی تیاریوں میں ان سے اسلحہ تک مستعار لیا اور واپسی کی ذمے داری بھی لی۔ دنیا میں آپ ﷺ جیسے فاتح کی نظیر نہیں مل سکتی۔

ہوازن کی فوج میں بنی جبشم کا عمر رسیدہ شخص درید بن الصمہ بھی موجود تھا۔ اس کی عمر ۱۸۰ برس کے لگ بھگ تھی۔ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس میں اب لڑائی کی قابلیت نہیں رہی تھی مگر یہ نہایت تجربہ کار، جنگ آزمودہ اور اپنی قوم کا نام ور جنگ جو تھا اسے رائے اور مشورے کے لیے ساتھ لایا گیا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ عورتیں، بچے اور تمام اموال بھی فوج کے ساتھ لائے گئے ہیں تو اس نے مالک بن عوف کو مشورہ دیا کہ عورتوں اور بچوں کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے، کیوں کہ شکست ہونے کی صورت میں اُن کا ہونا اور مسلمانوں کے قبضے میں چلے جانا زیادہ ہزیمت کا باعث بنے گا۔ لیکن مالک بن عوف نے اس کا مشورہ ماننے سے انکار کر دیا۔[۲۵]

نبی کریم ﷺ کو ایک شاہ سوار نے جو دشمن کی خبریں لانے پر معمور تھا آکر بنی ہوازن کے تمام اموال و مویشی اور اُن کے عیال سے متعلق اطلاع دی کہ وہ یہ سب لے کر جنگ کے لیے آئے ہیں تو آپ ﷺ نے تبسّم فرمایا اور کہا کل یہ سب مسلمانوں کے لیے غنیمت ہوں گے۔[۲۶]

نبی کریم ﷺ وادیٔ حنین پہنچے تو دشمن قوم پہلے پہنچ چکی تھی اور انہوں نے مسلمانوں سے پہلے وادی پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ لوگ غاروں، تنگ گھاٹیوں اور تنگ راستوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے اور حملہ کرنے کے لیے بالکل مستعد اور تیار ہو گئے تھے، تاکہ مسلمانوں پر اچانک پل پڑیں۔ مسلمانوں کو خیال بھی نہ تھا کہ وہ چاروں طرف سے دشمن فوج میں گھر گئے ہیں اور انہوں نے دیکھتے ہی اتحاد سے اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ ادھر ہوازن اور ثقیف کے تیر اندازدستوں نے مسلمانوں کے گھوڑوں پر یک بارگی تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے چند قریبی صحابہؓ ثابت قدم رہے۔ پھر آپ ﷺ کے پکارنے پر واپس آ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ایسا زوردار حملہ دشمن پر کیا کہ جنگ کا سارا نقشہ ہی تبدیل ہو گیا اور مسلمانوں کی نظر آتی ہوئی شکست یکا یک فتح میں تبدیل ہو گئی۔[۲۷]

۲۵۔ سیرت ابن ہشام: ج ۴، ص ۸۱ تا ۸۳۔ طبری: ج ۳، ص ۷۱، ۷۲

۲۶۔ غزوۂ حنین: ص ۱۲۸

۲۷۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۱۴۰، ۱۳۹۔ السیرۃ النبویۃ: ج ۴، ص ۸۹، ۸۸، ۸۶

مالِ غنیمت

شکست کے بعد قبیلہ ثقیف کے لوگ بھاگ کر طائف پہنچے، اور اس کے اندر داخل ہو کر دروازوں کو بند کر دیا۔ بروج وفصیلوں کو مضبوط کر کے جنگ کے لیے تیاری کرنے لگے۔ [۲۸] مالک بن عوف بھی بھاگ کر ثقیف کے قلعے میں داخل ہو گیا۔ [۲۹] نبی کریم ﷺ نے غزوۂ حنین کے بعد صحابہ کرام کو قیدیوں اور مالِ غنیمت کو جمع کرنے کا حکم فرمایا اور جب سب مالِ غنیمت جمع ہو گیا تو اُسے جعرانہ کے مقام پر رکھ دیا۔ [۳۰] نبی کریم ﷺ نے حنین کے بعد طائف کو فتح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اپنے لشکر کو لے کر طائف پہنچے اور یہاں قلعہ بند لوگوں کا بیس دن تک محاصرہ کیا اور خوب جنگ کی اور بالآخر صحابہ کرامؓ سے مشاورت کے بعد آپ ﷺ نے محاصرہ ختم فرمایا اور واپس جعرانہ تشریف لے گئے۔ [۳۱]

یہاں غنیمت کا بے شمار ذخیرہ موجود تھا۔ چھ ہزار قیدی چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس امید سے کہ شاید ہوازنی قبیلے کے لوگ رحم طلب کرتے ہوئے اپنے بچوں کی رہائی کا مطالبہ کرنے آئیں گے اور آپ ﷺ انہیں فوج میں تقسیم کرنے سے قبل آزاد کر دیں گے۔ [۳۲] لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے غنائم اور قیدیوں کی تقسیم کو دس دن تک مؤخر فرمایا [۳۳] لیکن اتنے دن گزرنے کے بعد بھی کوئی نہیں آیا تو آپ ﷺ کو مجبوراً مالِ غنیمت تقسیم کرنا پڑا۔ [۳۴] مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے۔ حسب قاعدہ چار حصے فوج میں اور خمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے مختص کیا گیا۔

عام تقسیم کی رو سے فوج کے حصے میں جو کچھ آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں تھیں۔ چوں کہ سواروں کو تگنا حصہ ملتا تھا اس لیے ہر سوار کے حصے میں بارہ اونٹ اور سو بکریاں آئیں۔ [۳۵] جہاں تک

۲۸۔ السیرۃ النبویۃ: ج۴، ص۱۱۷

۲۹۔ الطبقات الکبریٰ: ج۲، ص۱۴۱

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ السیرۃ النبویۃ: ج۴، ص۱۲۱، ۱۱۸۔ طبری: ج۳، ص۸۲

۳۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج۲، ص۱۴۱۔

۳۳۔ بخاری: ج۵، ص۱۵۳۔ ۱۵۴، رقم ۴۳۱۸، ۴۳۱۹

۳۴۔ الطبقات الکبریٰ: ج۲، ص۱۴۱

۳۵۔ الطبقات الکبریٰ: ج۲، ص۱۴۱۔ ابن قیم جوزی۔ زادالمعاد فی ھدی خیر العباد۔ بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۸ء: ج۳، ص۴۱۵

چھ ہزار قیدیوں کا معاملہ تھا تو مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد ہوازن کا وفد آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، چوں کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ جو آپ ﷺ کی رضائی والدہ تھی کا تعلق بنو ہوازن سے تھا، اس تعلق کی بنا پر ہوازن کے وفد نے آپ ﷺ سے اسرانِ جنگ کی رہائی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمھارا ہے لیکن عام رہائی کے لیے تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد تمام مجمع کے سامنے درخواست پیش کرو۔ جب ان لوگوں نے نماز ظہر کے بعد درخواست پیش کی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لیے سفارش کرتا ہوں۔ مہاجرین اور انصار بول اُٹھے ہمارا حصہ بھی حاضر ہے اور اس طرح چھ ہزار قیدی دفعتاً آزاد ہو گئے۔ (۳۶)

موکفۃ القلوب اور حضرت ﷺ کی فیاضی

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ کے رؤسا واشراف کی دل جوئی اور تالیفِ قلبی کے لیے انہیں بے شمار عطایا سے نوازا تھا، تاکہ اسلام کی طرف ان کا میلان ہو اور رغبت بڑھے۔ اسی لیے غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت کو آپ ﷺ نے تقسیم فرمانا شروع کیا تو عام تقسیم سے پہلے موکفۃ القلوب کو عطا فرمایا۔ (۳۷)

ابو سفیانؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسے غنائم میں سے عطیہ دیا جائے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے سامنے چاندی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ قریش سے زیادہ مال دار ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ مسکرا دیے۔ ابو سفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس مال سے مجھے بھی کچھ عطا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! ابو سفیان کے لیے چالیس اوقیہ چاندی تولو اور اسے ایک سو اونٹ دے دو۔ ابو سفیان نے کہا میرے بیٹے یزید الخیر کو بھی عطا فرمایئے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یزید کے لیے بھی چالیس اوقیہ چاندی تول دو اور اسے ایک سو اونٹ بھی دے دو۔ ابو سفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے معاویہ کو بھی عطا فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے بلال! اس کے لیے بھی چالیس اوقیہ چاندی تول دو

۳۶۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۱۴۲، ۱۴۱

اور ایک سو اونٹ بھی اسے دے دو۔ ابوسفیانؓ نے کہا۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ کریم آدمی ہیں میں نے آپ سے جنگیں کی ہیں اور آپ ﷺ کیا ہی اچھے جنگ جو ہیں۔ پھر میں نے آپ سے صلح کی ہے اور آپ کیا ہی اچھے صلح کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جزائے خیر عطا کریں۔ واقدی کے مطابق آپ ﷺ نے بنی اسد کو بھی عطایا عنایت فرمائے۔[۳۸] اس کے علاوہ آپ ﷺ نے حکیم بن حزام کو بھی تالیف قلب کے لیے سو اونٹ عنایت فرمائے۔ انہوں نے مزید سو اونٹوں کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے انہیں مزید سو اونٹ عطا کیے۔[۳۹]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے اقرع بن حابس کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے اور عیینہ ابن حصین فزاری کو بھی سو اونٹ عطا کیے۔ عباس ابن مرداس کو آپ ﷺ کی یہ تقسیم گراں گزری۔ اس نے چند اشعار کہے جن میں عطایا کے قلیل ہونے کا بیان کیا۔ چناں چہ آپ ﷺ نے انہیں سو اونٹ عطا کر دیے۔[۴۰]

صفوان بن امیہ سادات قریش میں سے تھے۔ یہ قریش کے مشہور سردار اُمیہ بن خلف کے بیٹے تھے جو غزوۂ بدر میں بہ حالت کفر قتل ہوا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ اور ان کے لشکر نے مکہ کو فتح کیا تو آپ ﷺ نے انہیں امان دی اور اُسے چار ماہ کی مدت دی کہ وہ اپنی مرضی سے اسلام قبول کریں اور صفوان بن امیہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے سے قبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ حنین گئے۔ مشرک ہونے کے باوجود وہ آپ ﷺ کی فتح کا خواہش مند تھے۔ کیوں کہ جب اُسے کسی ایک منحرف قریشی نے مسلمانوں کی شکست کی خبر دی تو اس نے اُسے ڈانٹ دیا اور کہا مجھے قریش کے کسی آدمی کا محکوم ہونا، ہوازن کے کسی آدمی کے محکوم ہونے سے زیادہ پسند ہے۔[۴۱] اس نے مسلمانوں کے خلاف کوئی قابل اعتراض کام نہیں کیا، بل کہ انہیں اسلحہ اور زریں مستعار بھی دی جن میں سے کچھ ضائع ہوئی تو اس کا

۳۸۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۴ء: ج ۳، ص ۹۴۵، ۹۴۴

۳۹۔ ایضاً: ص ۹۴۵، الطبقات الکبریٰ: ج ۲، ص ۱۴۱

۴۰۔ کتاب المغازی: ج ۳، ص ۹۴۷، ۹۴۶

۴۱۔ ابن اثیر، عزالدین۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ۔ بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۴ء: ج ۳، ص

تاوان لینے سے بھی اس نے منع کیا۔ (۴۲) اس لیے اسے اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی آپ ﷺ نے ۱۰۰ اونٹ عطا کیے۔ طبقات ابن سعد میں ۱۰۰ اونٹ کا ذکر ہے (۴۳) جب کہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں ۳۰۰ اونٹ عطا فرمائے۔ (۴۴)

اسی سلسلے میں واقدی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ الجعرانہ میں غنائم سے متعلق چکر لگا رہے تھے اور صفوان بن اُمیہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ ایک درّے میں مسلمانوں کی اس غنیمت کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھی، جس میں بکریاں اور اونٹ تھے، اور ان کے بلبلانے سے شور پڑا ہوا تھا پس صفوان حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابووہب! کیا اس نے تجھے حیران کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ درّہ اور اس میں جو کچھ ہے وہ تیرے لیے ہیں۔ تو صفوان بن امیہ نے کہا کہ اس بات سے نبی کے سوا کسی کا دل خوش نہیں ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہو گیا اور پھر بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ (۴۵)

صحیح مسلم کی روایت جس کا ذکر ہم نے کیا تھا اس میں صفوان بن امیہ کے یہ الفاظ بھی درج ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے جو دیا اور ہمیشہ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (۴۶) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں صرف ۱۰۰ اونٹ نہیں دیے ہوں گے بل کہ انہیں بے شمار عطایا سے نوازا ہو گا، اس لیے واقدی اور صحیح مسلم کی روایات قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں۔ سیرت حلبیہ میں بھی حضرت صفوان بن امیہؓ کے عطایا کے ضمن میں مویشیوں سے بھری گھاٹی کا ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گھاٹی میں جس قدر بھی بکریاں، اونٹ اور گائیں تھیں سب انہیں عطا کر دیں جس کے نتیجے میں وہ مسلمان ہو گئے۔ (۴۷)

۴۲۔ حلبی، علی بن برہان الدین۔ سیرت حلبیہ (مترجم): ج۵، ص ۳۲۴

۴۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج۲، ص ۱۴۱۔

۴۴۔ صحیح مسلم: ج۴، ص ۱۸۰۶، رقم ۵۹ (۲۳۱۳)

۴۵۔ کتاب المغازی: ج۳، ص ۹۴۶

۴۶۔ صحیح مسلم: ج۴، ص ۱۸۰۶، رقم ۲۳۱۳

۴۷۔ سیرت حلبیہ: ج۵، ص ۹۷۰

جعرانہ میں غنائم کی تقسیم اور بنوہوازن کو ان کے قیدی واپس کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وفد سے ان کے سالار اور بادشاہ مالک بن عوف نصری کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھاگ کر قلعہ طائف میں ثقیف کے ساتھ محصور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے اطلاع دے دو کہ اگر وہ مسلمان ہوکر آئے تو اس کے اہل واموال میں اُسے واپس کردوں گا اور اسے ایک سو اونٹ بھی دوں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کے اہل اور اموال کو خاص تحفظ دینے کا حکم بھی دیا ہوا تھا اور اس کے اموال کی تقسیم سے منع فرمایا تھا۔ اسی حکم کی وجہ سے مالک بن عوف کے اہل اور اموال مکہ میں اُن کے پھوپھی اُمِ عبداللہ بنت ابی امیہ کے ہاں محفوظ ہوگئے۔ جب اس کی اطلاع مالک بن عوف کو ملی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمائی تھی اور اس کے اسلام میں داخل ہونے پر جو اسے عطایا کی پیش کش کی تھی، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مال وعیال کی تقسیم نہیں فرمائی تو اس عزت افزائی پر اس کا دل اسلام کی طرف کشادہ ہوگیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاکر اپنے اسلام کا اعلان کرے گا لیکن اسے اندیشہ تھا کہ اگر بنوثقیف کو یہ بات معلوم ہوجائے گی تو وہ اُسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکے گا۔ اس لیے اس نے خفیہ طور پر طائف چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ پھر اس نے ایک قابل اعتبار آدمی سے اونٹنی مہیا کرنے کا کہا کہ وہ اسے دہنا کے مقام پر اس کے لیے تیار رکھے اور رات کو وہ طائف سے خاموشی سے نکلا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور وہاں سے اونٹ پر سوار ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ گیا۔ جب وہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے اہل واموال واپس کردیے اور پھر اسے سو اونٹ بھی عنایت فرمائے۔ اس موقع پر مالک بن عوف نے اسلام قبول کیا اور بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔[48]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حنین کی غنیمت میں حصہ

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مال غنیمت میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ مقرر فرمایا تھا اور اسے خرچ کرنے کا اختیار دیا تھا۔ سورۃ الانفال میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے اموال میں اپنے حصے کو بھی تقسیم کردیا۔ اس کی تفصیل مصادر میں کچھ اس طرح سے بیان ہوئی ہے:

۴۸۔ کتاب المغازی: ج ۳، ص ۹۵۴، ۹۵۵

نبی کریم ﷺ ہوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے جنہوں نے جنگ میں شرکت کی تھی آپ ﷺ سے کہنا شروع کر دیا کہ آپ ﷺ غنائم اور سامان تقسیم کرنے میں جلدی کریں یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو مجبور کر کے ایک درخت تک لے آئے جس سے آپ ﷺ کی چادر اُلجھ گئی اور شانہ مبارک سے اُتر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أدو علی ردائی أیھا الناس

اے لوگوں! میری چادر دے دو اے لوگو! میرچادر واپس دے دو۔

پھر مزید فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تہامہ کے درختوں کی گنتی کے برابر بھی مال ہوتا تو میں انہیں بھی تم میں تقسیم کر دیتا اور پھر تم مجھے بزدل، کذاب اور بخیل ہرگز نہ پاتے۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے اونٹ کے پہلو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ اون پکڑی اور اسے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان رکھا اور پھر اسے بلند کر کے کہا:

اے لوگو! میرے لیے تمھارے مالِ غنیمت اور ان کے بالوں میں سے سوائے خمس کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ خمس بھی پھر تم ہی پر واپس ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کسی کے پاس جو ادنیٰ مال بھی مالِ غنیمت کا ہو سوئی اور دھاگہ تک بھی ہو اُسے ادا کر دے کیوں کہ خیانت خائن کے لیے قیامت کے روز عار اور نار اور شنار ہے (یعنی شرم، دوزخ کی آگ اور ذلت ہے)۔[۴۹]

آپ ﷺ کے فرمان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مالِ غنیمت میں جو آپ ﷺ کا حصہ تھا، وہ بھی آپ ﷺ نے ان بدوؤں میں تقسیم کر دیا اور اپنے لیے کچھ نہیں رکھا۔ ویسے خمس کا زیادہ تر استعمال آپ ﷺ اپنی ذات اور خاندان سے زیادہ دوسرے حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کرتے تھے۔

عطایا نبویہ ﷺ کی نوعیت اور حیثیت

نبی کریم ﷺ نے جو عطایا قریش کے رؤساء واشراف کو تالیف قلوب کے لیے عطا فرمایا تو یہ سب کا سب خمس میں سے تھا۔ یہ خود نبی کریم ﷺ کا ذاتی حصہ تھا جس کو خرچ کرنے کا اختیار اور حصہ اللہ

۴۹۔ سیرت ابن ہشام: ج ۴، ص ۹۵۴۔۹۵۵

سبحانہ وتعالیٰ نے مقرر فرمایا تھا۔[۵۰]

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جنگ کے اُن غنائم کے بارے میں جنہیں اسلامی فوج دشمن کو شکست دے کر حاصل کرتی ہے، فیصلہ فرماتے ہیں کہ خمس کو غنائم سے الگ رکھا جائے، تاکہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ اور تصرّف میں ہو تاکہ آپ ﷺ بہ حیثیت رسول اسلام کے مفاد کے مطابق اس میں تصرّف کرے۔ سورۃ الانفال میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ[۵۱]

اور جان رکھو کہ جو مالِ غنیمت تم کفار سے حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور اہل قرابت اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔

چناں چہ اسی حق وتصرّف کو استعمال کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے مالِ غنیمت جس میں چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار کے قریب بکریاں اور چاندی کی بہت بڑی مقدار تھی، اس کا پانچواں حصہ الگ کرلیا اور اس خمس کو اسلام کی دعوت کو پھیلانے اور اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اسے عرب کے زعما کے قلوب کو مائل کرنے کے لیے خرچ کیا، تاکہ ان کے ذریعے دین کو طاقت حاصل ہو اور اسلام ان کے دلوں میں اس طرح راسخ ہوجائے کہ ان کو دنیا کے ساتھ ساتھ اخروی کامیابی بھی حاصل ہو اور اسلام کی دعوت کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔

عطایا نبویہ ﷺ پانے والے افراد اور اُن کے قبائل

نام	اونٹوں کی تعداد	مقدارِ چاندی	قبیلہ
حضرت ابوسفیان بن حربؓ	۱۰۰	۴۰ اوقیہ	بنواُمیہ
حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ	۱۰۰	۴۰ اوقیہ	بنواُمیہ

۵۰۔ زادالمعاد: ج ۳، ص ۴۲۴

۵۱۔ الانفال: ۴۱

حضرت یزید بن ابوسفیانؓ	۱۰۰	۴۰ اوقیہ	بنواُمیہ
حضرت حکیم بن حزامؓ	۳۰۰ (انہوں نے ۲۰۰ اونٹ واپس کر دیے تھے)	–	بنواسد
حضرت احرث بن کلاۃؓ	۱۰۰	–	–
اعلا بن حارث	۵۰	–	–
محزمہ بن نوفل زہری	۵۰	–	بنوزہرہ
حرث بن ہشامؓ	۱۰۰	–	بنی مخزوم
اسید بن حارث الزہری	۱۰۰	–	–
سعید بن یربوع	۵۰	–	بنی مخزوم
صفوان بن امیہؓ	(پورا ریوڑ) ۳۰۰	–	بنی جمح
عدی بن قیس سہمی	۵۰	–	بنی سہم
عمیر بن وہب جمعی	۵۰	–	بنو جمح
سہیل بن عمرو	۱۰۰	–	بنو جمیع
حویطب بن عبدالعزیٰ	۱۰۰	–	بنی عامر بن لوئی
ہشام بن عمرو	۵۰	–	بنی عامر بن لوئی
اقرع بن حابس تمیمی	۱۰۰	–	بنوحنظلہ/بنوتمیم
عینیہ بن حصن الفزاری	۱۰۰	–	بنوفزارہ/قبیلہ عطفان
مالک بن عوف النصری	۱۰۰	–	بنونصر/قبیلہ ثقیف
عباس بن مرداس	۱۰۰	–	بنوسُلیم بن منصور
علاء بن جاوید ثقفی	۱۰۰	–	بنواسلم

ابن ہشام نے کچھ ایسے افراد کا ذکر بھی کیا ہے جن کے عطایا کی تفصیل میں صرف نام ذکر ہیں، جیسے بنی اُمیہ بن عبدالشمس سے طلیق بن سفیان بن اُمیہ، خالد بن اُسید بن ابی العیص، بنی عبدالدار بن قصی

سے شیبہ بن عثمان، ابو النابل بن بعلک اور عکرمہ بن ہاشم بنی مخزوم سے زبیر بن اُمیہ، حرث بن ہشام، خالد بن ہشام، سفیان بن عبد الاسد اور سائب بن ابی سائب بن عائد، بنو عدی بن کعف میں سے مطیع بن اسود اور ابو جہم حذیفہ بن غانم، بنو جمح بن عمرو سے اُصیحہ بن اُمیہ بنی بکر بن عبد منات سے نوفل بن معاویہ بن کلاب بن ربیعہ سے علقمہ بن علاقہ اور لبید بن ربیعہ، بنو عامر بن ربیعہ سے خالد بن ہوذہ اور حرملہ بن ہوذہ شامل ہیں۔ (۵۲)

عطایا نبوی ﷺ کی برکات اور اس کے اثرات

نبی کریم ﷺ نے نومسلم افراد کی تالیف القلوبی اور دل جوئی کے لیے جتنا بھی اُن کو عطایا سے نوازا اس کی اتنی برکت تھی کہ اسلام ان کے دل میں راسخ ہوگیا اور آپ ﷺ کی ذات اقدس انہیں دنیا جہاں سے محبوب ہوگئی۔ آپ ﷺ کی اس مہربانی اور فضیلت کے بہ دولت نہ صرف وہ راسخ العقیدہ مسلمان ہوئے بل کہ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے، سوائے عیینہ بن حصین فزاری کے جو مولفۃ القلوب میں سے تھا اور آپ ﷺ اس کی اپنی زندگی تک مالی مدد فرماتے رہے تھے۔ (۵۳) لیکن وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہوگیا، طلیحہ بن اسدی جو کہ مدعی نبوت تھا اس کے ساتھ مل گیا۔ اس کے اپنے الفاظ تھے:

ما أمنت بالله طرفة عين

میں تو اللہ پر ایک چشم زدن کے لیے بھی ایمان نہ لایا تھا۔

لیکن بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں وہ دوبارہ اسلام لے آئے تھے۔ (۵۴)

طائف کے محاصرے کے وقت بھی اس نے نبی کریم ﷺ کو فریب دینے کی کوشش کی اور آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ وہ قلعے کے اندر جاکر بنی ثقیف کو اسلام کی دعوت دے اور آپ ﷺ کی اجازت لے کر جب اندر گیا تو الٹا انہیں اپنے قلعے میں ڈٹے رہنے کی ترغیب دے کر آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر اس کا سب راز منکشف کردیا۔ جب یہ واپس آیا اور آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا اور اس کے جھوٹ بولنے پر اس کے الفاظ جو اس نے اندر بولے تھے، وہ دہرا دیے تو یہ شرمندہ ہوگیا کہ یا

۵۲۔ سیرت ابن ہشام: ج ۴، ص ۱۳۲، ۱۳۵

۵۳۔ حمید اللہ۔ رسول اکرم ﷺ کی حکم رانی و جانشینی۔ مترجم خالد پرویز۔ لاہور بیکن بکس ۲۰۰۶ء: ص ۱۲۶۔

۵۴۔ اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ج ۴، ص ۳۱۸، باب العین والیاء، مادہ عیینہ بن حصین فزاری

رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ کہا میں اپنی اس حرکت پر آپ ﷺ سے توبہ کرتا ہوں۔(۵۵) آپ ﷺ نے اس سے درگزر فرمایا، بل کہ اور بھی مواقع ایسے آئے جس پر آپ ﷺ اس سے درگزر فرماتے رہے۔ یہ بد تہذیب اعراب میں سے تھا اور اس کی دل جوئی اور تالیف قلبی کا مقصد اسلام کی طرف اس کے راغب ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے شر سے اسلام کو محفوظ کرنا بھی تھا۔ جب یہ مرتد ہو کر طلیحہ اسدی کا تابع ہوا اور شکست کے بعد قیدیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آیا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ یہ تائب ہو کر اسلام لایا جس پر ابوبکرؓ نے اسے رہا کر دیا۔(۵۶)

جیسا کہ ہم نے شروع ہی میں بیان کیا ہے کہ ان خطیر انعامات وعطایا نے سردارانِ قریش اور ان کے متبعین کے دل جیت لیے۔ ان کے اسلام میں استقامت اور ایمان میں استحکام پیدا ہوا۔ آگے چل کر انہوں نے اسلام کی راہ میں اپنی جان ومال سے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان میں عینیہ بن حصین ہی ایسا تھا جو آخر تک کم زور رہا۔ اس کے سوا باقی سب بہترین مسلمان ثابت ہوئے۔ ان کے دل ودماغ پر اسلام کے اثرات سے کس حد تک تبدیلی آئی، ہم چند مثالوں سے بیان کرتے ہیں:

حضرت حکیم بن حزامؓ جنہیں نبی کریم ﷺ نے موَلفۃ القلوب ٹھہرایا اور انہیں ۱۰۰ اونٹ عطا کیے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے ۲۰۰ اونٹ اور مانگ لیے اور آپ ﷺ نے انہیں وہ بھی عطا کر دیے۔ ان عطایا کے ساتھ آپ ﷺ نے انہیں ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:

> یاحکیم بن حزام، إنّ هذا المال خضرةٌ حلوةٌ۔ فمن أخذه بسخاوةِ نفس بورك له فيه۔ ومن أخذه بإشرافِ نفس لم يبارَك له فيه، وكان كالذي يأكل ولا يشبع واليد العليا خير من السفلى، وابدأ بمن تعول!(۵۷)
>
> اے حکیم بن حزام! یہ مال بہ ظاہر اچھا اور شیریں ہے، جو شخص اسے دلی سخاوت سے لیتا ہے اس کے لیے اس میں برکت ہوتی ہے اور جو شخص دلی حرص سے لیتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اوپر کا ہاتھ نچلے سے بہتر ہوتا ہے اور تو جس کی پرورش کرتا ہے اس سے آغاز کر۔

نبی کریم ﷺ کے الفاظ کا حکیم بن حزام پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے دیے گئے

۵۵۔ سیرت حلبی: ج۵، ص۳۶۱

۵۶۔ أسد الغابۃ: ج۴، ص۳۱۸، ۳۱۹، باب العین والیاء، مادہ عینیہ بن حصین فزاری

۵۷۔ کتاب المغازی: ج۳، ص۹۴۵۔

سواونٹوں کے عطیے کو رکھ کے مانگے ہوئے دو سو اونٹ واپس کردیے اور آپ ﷺ سے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ !قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بناکر بھیجا ہے کہ آپ کے علاوہ اور آپ ﷺ کے بعد میں کبھی کسی شخص کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا یہاں تک کہ اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (۵۸)

چناں چہ آں حضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے کئی مرتبہ حکیم ابن حزامؓ کو کچھ نہ کچھ دینے کی کوشش کی مگر انہوں نے ایک حبّہ بھی لینے سے انکار کردیا۔ (۵۹) جب حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت حکیم ابن حزامؓ کو عطیہ دینے کی پیش کش کی مگر انہوں نے لینے سے بالکل انکار کردیا اس پر حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ مسلمانوں کے سامنے فرمایا:

یاایھاالناس، إنی أشھد کم علی حکیم أنی أدعوہ إلی عطائه فیأبی أن یأخذہ (۶۰)

اے لوگو! میں تمہیں حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں انہیں ان کے عطیے کی طرف بلاتا ہوں اور وہ انکار کرتے ہیں۔

اس واقعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی فیاضی اور محبت بھری نصیحت کا کس قدر اثر حضرت حکیم ابن حزامؓ پر پڑا کہ ان کے دل کی دنیا ہی بدل گئی، اور دنیا کی مال و دولت ہی انہیں بے نیاز کردیا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پہلے سو اونٹوں کے سوا مزید کچھ نہیں لیا۔ (۶۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی تالیف قلبی کی گئی ان کی ذہنی سطح کس قدر بلند ہوگئی اور وقت گزرنے کے ساتھ اسلام کی حقانیت ان کے دل میں اترتی گئی۔ حضرت انس بن مالکؓ کی صحیح مسلم میں روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ لوگ دنیاوی مال و دولت کی خاطر اسلام قبول کرلیا کرتے تھے مگر جب اسلام قبول کرلیتے تھے تو پھر انہیں اسلام کی دولت دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہو جاتی تھی۔ (۶۲)

۵۸۔ سیرت حلبیہ: ج۵، ص۳۶۸

۵۹۔ ایضاً

۶۰۔ کتاب المغازی: ج۳، ص۹۴۵

۶۱۔ کتاب المغازی: ج۴، ص۹۴۵

۶۲۔ صحیح مسلم: ج۴، ص۱۸۰۶، رقم ۲۳۱۲

یہ اسلام ہی کی برکت ہے جنہوں نے ان کی زندگیوں میں اتنی تبدیلیاں پیدا کیں کہ جو کچھ عرصے پہلے اسلام کے دشمن تھے اسلام کے شیدائی ہوگئے، اور جن کو آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے سخت ترین بغض تھا اب آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے اس قدر ان کو محبت ہوگئی تھی کہ اب انہیں آپ ﷺ کی ذاتِ برکات دنیاومافیہامیں سب سے زیادہ عزیزاور محبوب بن گئی تھی۔ جیساکہ صفوان بن امیہؓ کہتے تھے:

واللّٰہ! لَقَدْ أعطَانِی رسول اللّٰہ ﷺ ما أعطَانِی، وإنّہ لأبغض النّاس إلیّ فما برح حتّی إنّہ لأحبّ النّاس (۶۳)

قسم اللہ کی! رسول اکرم ﷺ نے جس وقت مجھے سب سے پہلے انعام سے نوازا آپ ﷺ میری نظر میں دنیاکی مبغوض ترین ہستی تھے لیکن جب آپ ﷺ مجھے اپنے انعامات سے مسلسل نوازتے رہے توآپ ﷺ دنیاکی محبوب ترین شخصیت ہوگئے۔

جن لوگوں کی تالیف قلبی کی گئی ان میں ایک نام ابوسفیانؓ بھی ہے۔ جن کے بارے میں ماقبل میں بیان ہوچکا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں اور اُن کے دونوں بیٹوں کو خطیر تعداد میں عطایاعنایت فرمایے تووہ بھی آپ ﷺ کی فیاضی سے بہت متاثر ہوئے اور آپ ﷺ کو کہا:

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ کریم آدمی ہیں میں نے آپ ﷺ سے جنگیں کی ہیں اور آپؐ کیا ہی اچھے جنگ جو ہیں پھر میں نے آپ ﷺ سے صلح کی ہے اور آپ کیاہی اچھے صلح کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جزائے خیر دے۔ (۶۴)

حضرت ابوسفیانؓ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے لیکن آگے جاکر انہوں نے اسلام کی بہت خدمت کی۔ طائف کے محاصرے کے موقع پر دشمن تیراندازی کررہے تھے توابوسفیان بن حربؓ بھی زخمی ہوئے ایک تیران کی آنکھ میں لگا یہ سیدھے آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری یہ آنکھ اللہ کے راستے میں جاتی رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایاکہ اگر تم چاہو تو میں دعاکروں گااور تمھاری یہ آنکھ واپس اپنی جگہ پر ٹھیک ہوجائے گی اور اگر نہ چاہو توتمہیں جنت میسّر آئے گی توابوسفیانؓ نے جواب دیا مجھے جنت ہی عزیز ہے۔ (۶۵) ان کی یہ بات اس بات کی طرف اشارہ کرتی

۶۳۔ مسلم: رقم ۲۳۱۳

۶۴۔ کتاب المغازی: ج۴، ص ۹۴۵

۶۵۔ سیرت حلبیہ: ج۵، ص ۳۵۴

ہے کہ اسلام ان کے دل میں جگہ بنا چکا تھا اور ان کا اللہ اور آخرت پر ایمان پختہ قائم ہو چکا تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کی تالیف قلبی سے بھی یہ بہت ممنون اور خوش ہوئے اور اسلام کے پھیلانے میں مددگار ثابت ہوئے۔ جنگِ یرموک کے موقع پر ان کی دوسری آنکھ بھی ضائع ہوگئی۔[66] اس جنگ میں کمان ان کے بیٹے یزید کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اس جنگ میں مصروفِ پے کار تھے اور زور زور سے کہہ رہے تھے یا نصر اللہ اقترب اے اللہ کی مدد ہمارے قریب آ۔[67] سواروں کے بڑے بڑے جتھوں کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں اکساتے اور کہتے رہے:

الله الله ، انکم ذادة الحرب وانصار الاسلام، وإنهم زادة الروم وانصار المشركين، اللّهمّ، هذا يوم من أيامك، اللّهمّ انزل نصرك على عبادك[68]

اللہ اللہ تم عرب ہو اور اسلام کے مددگار ہو اور تمھارے دشمن رومی ہیں اور کفر کے مددگار ہیں۔ اے اللہ آج کا دن تیرے دنوں میں سے ہے اے اللہ تو اپنے بندوں پر اپنی فتح نازل فرما۔

یہ الفاظ اُس شخص کے ہیں جو اسلام اور نبی کریم ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا۔ جس نے آپ ﷺ کے خلاف جنگیں لڑیں اور اب اس کی دل کی دنیا اس حد تک تبدیل ہوگئی تھی کہ اب وہ اس کا دشمن تھا جو اللہ کا دشمن تھا اور وہ اس دشمن سے برسرِ پیکار تھا اور اب اس کی لڑائی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے تھی۔

یہ اسلام کی برکت اور نبی کریم ﷺ کی بے انتہا کوششوں اور اپنی اُمت کے لیے بے انتہا شفقت اور ہمہ وقت اُن کے لیے دعوت کا پیغام پہنچانے کی لگن کا نتیجہ تھا کہ کل کے اسلام کے دشمن آج اُس کا نام سربلند کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں جیسے ابو سفیانؓ نے اللہ کی راہ میں اپنی آنکھیں قربان کیں۔

مکہ معظّمہ کے رؤسا کو تالیف قلوب کے تحت عطایا دینے سے متعلق نعیم صدیقی اپنی کتاب ''محسنِ انسانیت'' میں تحریر کرتے ہیں:

۶۶۔ اسد الغابہ: ج ۶ حرف السین، مادہ ابو سفیان صخر، ص ۱۴۴

۶۷۔ ایضاً: ۱۴۴، ۱۴۵

۶۸۔ ایضاً: ۱۴۴

قران نے تالیفِ قلب کی جو حد رکھی ہے اس کے تحت حضور اکرم ﷺ نے مکہ کے باشندوں اور ان کے لیڈروں کو دل کھول کر بہت ساماں دیا۔ جس کا مقصود یہ تھا کہ ان کے زخموں پر مرحم رکھا جا سکے۔ ان سے زیادہ حرماں نصیب اس وقت آسمان تلے کون ہو گا۔ جن کی قیادتوں کے تخت اُلٹ گئے تھے اور جن کے لیے تاریخ کی ساری فضا ہی نے رنگ بدل لیا تھا۔ ان کے احساسات کا عالم کیا ہو گا جب وہ آپ ﷺ کے قرابت دار ہوتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑے تھے اور انصار اور مہاجرین حضور اکرم ﷺ کے دست بازو بنے ہوئے تھے۔ قانونِ الٰہی کی عدالت نے بیس برس کے لمبے مقدمے کا فیصلہ سنایا اور اس مقدمے میں اپنا بہت کچھ لگا کر قریش یک سرہار گئے تھے۔ ان سے بڑھ کر دکھی اس دن اور کون ہو گا ان کے زخموں پر اگر احسان کا مرحم نہ رکھا جاتا تو ان کی ٹیسیں بار بار دبی انتقامی جذبات پیدا کرتے رہتے اور وہ بادلِ ناخواستہ مطیع رہ کر اسلامی ریاست کے مقاصد کو اندر ہی اندر سے غارت کرنے کا موجب ہوتے۔ کیسا عجب سماں ہو گا کہ ابوسفیان، حکیم ابن حزام، نضر بن حارث، صفوان بن امیہ، اقرع بن حابس اور ان کے جیسے دوسرے اکابر اسی شخص سے آج عطیات حاصل کر رہے تھے جسے انہوں نے برسوں سے گالیاں دی تھیں، جھوٹا کہا تھا، آپ کو مذاق اور طنز کا نشانہ بنایا تھا، بدنی اذیتیں دی تھیں۔ قتل کرنا چاہا تھا، گھر سے بے گھر کیا تھا اور جس کے خلاف تلوار اُٹھا کر اسے امن و چین سے ایک لمحہ بسر کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ انسان نوازی کی ایسی کتنی مثالیں تاریخ میں بے پایاں دفتروں میں ملتی ہیں؟[۶۹]

ہم کہیں گے ایسی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی کہ جن لوگوں نے اپنا ہونے کے باوجود ساتھ نہ دیا اور گھر اور شہر تک چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہوں ان ہی لوگوں کے شہر کو فتح کرنے کے بعد ان ہی کے گھروں کو پناہ گاہ مقرر کر دیا ہو، اور جب غنیمت کے مال و دولت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بے انتہا نوازا ہو تو اس میں سے ان سب کو عطایا نہایت فیاضی سے عطا کیے ہوں کہ یہ سب آپ ﷺ اور اسلام سے راضی ہو گئے۔ ایسی کوئی مثال دنیا کی کسی فرماں روا، کسی سپہ سالار کے ہاں نہیں ملتی نہ اس کا شائبہ بھی ہمیں نظر آتا ہے۔

۶۹۔ صدیقی، نعیم محسن انسانیت، ص ۴۵۳، ۴۵۴

اب ہم اُس سالارِ مشرکین کا ذکر کریں گے جو نبی کریم ﷺ کی فیاضی اور بہترین سلوک کے سبب سالارِ مسلمین بن گیا۔ یعنی غزوہ حنین میں دشمن کی کمان سنبھالنے والے مالک بن عوف کا۔ جب آپ مسلمان ہوگئے تو آپ ﷺ نے اس کی اس قدر عزت افزائی فرمائی کہ اسے اس کی قوم کے مسلمانوں اور طائف کے اردگرد ہوازن اور فہم کے قبائل کے مسلمانوں پر امیر مقرر کردیا اور مسلمانوں کا حاکم اور فوجی سالار بنادیا۔ وہ ان کے ساتھ اللہ کی راہ میں مشرکین سے جہاد کرتا تھا۔ طائف کے قریبی علاقوں میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا وہ اس کے پاس جمع ہوتے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کا جھنڈا عطا فرمایا۔ اس طرح مالک بن عوفؓ نے مشرکین کے خلاف مسلمانوں کی ایک فوج تیار کرلی جس سے وہ ان پر حملے کرتا تھا۔ خاص کر اپنی قوم ثقیف پر حملے کرتا تھا جو حنین میں شکست کھانے کے بعد ہوازن کے باقی ماندہ اقوام میں سے اسلام دشمنی رکھنے والی سب سے بڑی قوت تھی۔ ثقیف کے جو مویشی چرنے کے لیے نکلتے تھے انہیں یہ لوٹ لیتا تھا اور اس نے جو کچھ لوٹا اور پکڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا خمس بھیجا۔ ایک دفعہ ایک سو اونٹ اور ایک دفعہ ایک ہزار بکریاں اور اس نے اہل طائف کے مویشیوں پر بھی غارت گری کی اور ایک صبح کو ایک ہزار بکریاں ہانک کر لایا تھا۔ (۷۰)

یہ اسلام ہی ہے جو انسان کے قلب کی ماہیت کو تبدیل کردیتا ہے اور جب یہ انسان کے دل کو مَس کرتا ہے تو اس میں رچ بس جاتا ہے اور اس کے اندر موجود تمام شر کے عوامل کو زائل کرکے بھلائی کے عناصر کی آب یاری کرتا ہے۔ حضرت مالک بن عوفؓ جب دشمن تھا تو پرلے درجے کا دشمن اور مخالف تھا، جیسا کہ ہم نے گزشتہ مباحث میں دیکھا کہ وہ کس طرح اسلام کے نام کو مٹانے اور اسے تباہ کرنے ہوازن کے بیس ہزار جاں بازوں کو لے کر آیا تھا بل کہ اس کی فوج کے قدم نہ اکھڑے اس خیال کے تحت ان کو اہل عیال واموال کے ساتھ اپنی قوم کو جنگ کرنے لایا تھا۔ لیکن آج وہی مالک بن عوف ہے جسے اسلام نے ایک اور قسم کا انسان بنادیا ہے اور اسلام نے ان کی طبیعت کی اصلاح کی اور وہ ایسی شمشیر براں بن گیا جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف سونتا ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ مخلص ہوکر ان پر غارت گری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کو اور خصوصاً اپنی قوم ثقیف کو نشانہ بناکر ذلیل کردیا اور حنین میں جو مسلمانوں کے قلق واضطراب کا سرچشمہ تھا وہ اب اپنے پڑوس اور اس کے نواح میں پائے جانے والے مشرکین کے لیے پریشانی اور اضطراب کا باعث بن گیا۔ ان کا جہاد اُن عظیم عوامل میں سے تھا جنہوں نے اقتدار اسلام کے لیے راستے کو ہموار کیا۔

۷۰۔ کتاب المغازی: ج ۳، ص ۹۵۵

حضرت مالک بن عوفؓ نے نبی کریم ﷺ کی تعریف میں چند اشعار کہے جو واقدی نے بیان کیے جن میں انہوں نے آپ ﷺ کی بہت سی خوبیوں کے ساتھ آپ کی فیاضی کا بھی ذکر ہے جو کچھ یوں ہے:

ما إن رأيت ولا سمعت بمثله
في الناس كلهم بمثل محمد
أوفى وأعطى المجزيل اذا اجتدى
و حتى تشاء يخبرك عما في غد[۷۱]

میں نے تمام لوگوں میں محمد ﷺ کی مانند کوئی دیکھا ہے اور نہ سنا ہے وہ بڑے وفادار ہیں اور جب وہ بڑے آدمی کو عطیہ دیتے ہیں تو خوب دیتے ہیں اور جب تو چاہے تو وہ تجھے کل کو ہونے والی بات کی بھی خبر دیں گے۔

حضرت مالک بن عوفؓ کے ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اشراف ورؤسا کو یا اُن افراد کو جو اپنے قبیلے کے سردار تھے ان کی عزت افزائی کے لیے انہیں عطایا دیتے اور ان کا اکرام کرتے۔ اس سے اُن پر کتنے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں، اور اسلام کے خلاف ان کا بغض وعناد یک سر ختم ہو کر اس کی محبت ان کے دل میں راسخ ہو گئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انسانوں اور علاقوں کو نہیں بل کہ دلوں کو مسخر اور فتح کر لیا تھا جس سے اُن کی زندگیاں ہی بدل گئی۔

قریش کے عطایا پر انصار کو ملال اور آپ ﷺ کا خطاب

جب نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ اور اعراب کے قبائل کے زعماء کو غنائم سے بہت عطیات دیے تو انصارؓ ناراض ہوئے، کیوں کہ حنین کے غنائم میں سے انصار کو جو ان کا حصہ ملا تھا وہ ان کے پیادہ سپاہیوں کا تھا جو چار اونٹ تھے اور جن حضرات کو سو سو اونٹ عطیہ ہوئے تھے اُن کو اسلام کی مدد کرنے میں کوئی سبقت حاصل نہیں تھی۔[۷۲]

حضرت سعد بن عبادہؓ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اپنی قوم کی حالت سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا اور بتایا کہ انصار کا قبیلہ آپ ﷺ کے متعلق اپنے دل میں کچھ (غلط) باتیں رکھتا ہے کہ آپ ﷺ

۷۱۔ کتاب المغازی: ج ۳، ص ۹۵۵۔
۷۲۔ غزوہ حنین: ص ۲۸۲

نے اس غنیمت کا بڑا حصہ اپنی ہی قوم میں تقسیم کیا اور آپ نے قبائل عرب کو بڑے بڑے عطایا مرحمت فرمائے ہیں لیکن انصار کے اس قبیلے کو کچھ نہیں ملا۔ (۷۳) اس پر آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے پوچھا: "فأین أنت من ذلك یا سعد" اے سعد! تم اس بات کے ہوتے ہوئے کہاں ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ! ماأأ إلاّ کأحدهم اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم ہی میں ہوں۔ (۷۴) آپ ﷺ نے فرمایا۔ اپنی قوم کو یہاں بلا کر لاؤ۔ جب تمام انصار جمع ہو گئے تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا:

> یا معشر الانصار، مقالة بلغتنی عنکم، وجدتموها فی انفسکم ألم آتکم ضلالاً فهداکم الله بی، وعالةً فأغناکم الله، وأعداء فألف الله بین قلوبکم بی؟ قالوا بلی الله ورسوله أمن وأفضل! قال: أما والله لو شئتم قلتم لصدقتم:
>
> اے انصار کی جماعت! مجھے تمھاری ایک بات پہنچی ہے کہ تمھارے قلوب میں وہ چیز کھٹکتی ہے کیا تم گم راہ نہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور کیا تم مفلس نہیں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں مال دار؟ کیا تم آپس میں دشمن نہیں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے (میری وجہ سے) تمھارے دلوں میں محبت بھر دی۔

انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کا بڑا فضل ہے اور احسان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم کچھ کہنا چاہتے ہو تو ٹھیک ٹھیک کہو۔ تو انصار کہنے لگے:

> کنت مکذبا فصدقناک، جئتنا مخذولاً فنصرناك وطریدا فآویناك، وعائلاً فآسیناك! وجدتم فی أنفسکم یامعشر الأنصار فی شیئ من الدّنیا فألغت به قومًا یسلموا، وو کلتکم إلی إسلامکم أفلا ترضون یامعشر الانصار أن یذهب النّاس بالشاء والبعیر وترجعوا الرسول الله إلی رحالکم؟ والذی نفس محمد بیده: لولا الهجرة لکنت امرأمن الانصار۔ ولو سلک النّاس شِعْبًا وسلکت الانصار شعبًا لسلکت شِعْبَ الانصار (۷۵)

۷۳۔ سیرت ابن ہشام: ج۴، ص ۱۳۸

۷۴۔ کتاب المغازی: ج۴، ص ۹۵۷

۷۵۔ کتاب المغازی: ج۴، ص ۹۵۷

اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور تم سچ کہو گے اور میں تمھاری تصدیق کروں گا کہ اے محمد ﷺ تو ہمارے پاس آیا جب (قریش نے) تیری تکذیب کی تھی اور ہم نے تیری تصدیق کی۔ تو کم زور تھا ہم نے تجھے پناہ دی، تو مفلس آیا تھا ہم نے تیری مواخات کی۔ کیا تمھارے دلوں میں دنیا کی محبت ہے؟ میں نے اس مالِ غنیمت سے ایک قوم کا دل رکھا ہے تاکہ وہ اسلام میں پختہ ہو جائے اور تمہیں تمھارے اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ اے انصار کی جماعت! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ کے رسول کو لے جاؤ؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو کچھ تم لے کر جا رہے ہو، وہ اس سے بہتر ہے کہ جسے وہ لے کر جا رہے ہیں۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں ایک آدمی ہوتا۔ اور اگر لوگ ایک علاقہ اور وادی میں چلیں اور انصار دوسرے علاقہ اور وادی میں چلے تو میں انصار کے علاقے اور ان کی وادی میں چلوں گا۔

انصار یہ سن کر رو پڑے حتی کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئی اور کہنے لگے کہ ہم رسول ﷺ کی تقسیم پر راضی ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور لوگ بھی منتشر ہو گئے۔[۷۶]

بارگاہِ نبوت ﷺ میں آنے والے وفود کا اکرام اور عطایا کی نوازش

نبی کریم ﷺ نے جب مکہ معظمہ فتح کر لیا اور غزوۂ حنین کے بعد قبیلہ ثقیف نے بھی اسلام قبول کر لیا اور آپ ﷺ سے بیعت کر لی تو ہر سمت سے عربوں کے وفود آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے اور گروہ در گروہ دینِ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسی لیے ۹ ہجری کو عام الوفود یعنی وفود کا سال کہا جاتا ہے۔[۷۷]

بارگاہِ نبوت ﷺ میں آنے والے یہ وفود بھی اسلام کی دعوت و تبلیغ کا انتہائی موثر ذریعہ ثابت ہوئے۔ یہ وفود اپنے اپنے قبیلے کے رؤسا و سرداروں پر مشتمل ہوتے۔ آپ ﷺ ان وفود کا بہت اکرام فرماتے۔ ان کی مہمان نوازی کی جاتی اور دین سے متعلق اہم مسائل و امور ان کو سکھائے جاتے اور پھر یہی لوگ جا کر اپنے اپنے قبیلے میں دعوت و تبلیغ کا کام سرانجام دیتے۔

۷۶۔ السیرۃ النبویۃ: ج ۴، ص ۱۳۸

۷۷۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل۔ البدایۃ النھایۃ: ج ۷، ص ۲۳۲

جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے آپ ﷺ ان وفودِ عرب کا بہت اکرام کرتے تھے اور جب یہ جانے لگتے تو ان کی عزت افزائی کے لیے انہیں انعامات اور عطایا سے بھی نوازا جاتا تھا، جس سے اُن کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف ممنونیت کے مزید جذبات پیدا ہو جاتے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل اس مقصد سے آتے تھے کہ فاتح کے ساتھ معاہدہ کرلیں لیکن آپ ﷺ کے اخلاص اور حکمت سے وہ بھی اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے[۷۸] اور آپ ﷺ کی دعوت سے متعلق ساری کوششیں اور حکمتِ عملی کام یاب رہی اور اس کے انتہائی حوصلہ افزا نتائج حاصل ہوئے۔

عرب کے مخصوص قبائلی اور معاشرتی ماحول میں تمام قبائل اپنے اپنے سرداروں کی مکمل اطاعت کرتے تھے اور جو اُن کا مذہب و دین ہوتا تھا وہ اُسی کو اختیار کرتے تھے۔ چناں چہ ان نومسلم سرداروں نے اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا اور ان ہی سرداروں و رؤسا کی بہ دولت کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ فردِ واحد کی دعوت پر پورے کے پورے قبیلے نے اسلام قبول کرلیا۔ حضرت سعد بن معاذ، حضرت ابو ثعلبہ، حضرت زیاد بن حارث، حضرت ضِمام بن ثعلبہ اور حضرت ضماد ازدی رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے علاوہ اور بھی کئی نام ہیں جن کی دعوت پر ان کے پورے قبیلے نے اسلام قبول کیا۔[۷۹]

چوں کہ ہمارا موضوع آپ ﷺ کے اِقطاع و عطایا اور اُن کے دعوتی اثرات سے متعلق ہے، اس لیے ہم یہاں اُسی پہلو کو مدّ نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے والے اُن وفود کا ذکر کریں گے جن کا ذکر مصادر میں آیا ہے کہ انہیں آپ ﷺ کی طرف سے خاص عطایا حاصل ہوئے جن میں سے بعض حضرات کو آپ ﷺ نے اسلام کا جھنڈا بھی عنایت فرمایا اور انہیں آپ ﷺ کی طرف سے ان کی قوم پر امیر مقرر کیا گیا۔ لہٰذا اسے بھی ہم عطیے کے ضمن میں ذکر کریں گے جو کسی عہدے کی صورت میں آپ ﷺ نے اُن رؤسا کی عزت افزائی کے لیے انہیں عطا کیا ہو۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ وفد بنی ارحب

نبی کریم ﷺ ابھی مکہ معظمہ میں تھے (یعنی یہ واقعہ آپ ﷺ کی مدینے ہجرت سے قبل کا ہے) بنی ارحب جو کہ قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ ہے[۸۰] کا ایک شخص قیس بن مالک ارحبی آپ ﷺ کی خدمت

۷۸۔ سیرت نبوی ﷺ: ج ۱، ص ۳۹۴

۷۹۔ ورک، محمد اکرم۔ مدنی عہد نبوت میں تعلیم و تبلیغ کا نظام۔ مشمولہ ماہنامہ الشریعہ: مئی/جون ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۔۱۸

۸۰۔ اسد الغابہ: ج ۴، ص ۴۲۱، باب القاف والیاء، مادہ قیس بن مالک الارحبی

اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ پر ایمان لاؤں اور آپ کی مدد کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مرحبا، اے گروہِ ہمدان، کیا تم لوگ وہ اختیار کروگے جو مجھ میں ہیں ؟ انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اگر انہوں نے بھی یہ ہی کہا تو واپس آنا میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔ قیس اپنی قوم کی جانب روانہ ہوئے اور ان کی قوم ان کی دعوت پر اسلام لے آئی۔ حضرت قیس بن مالکؓ ان لوگوں کی قبول اسلام کی خبر لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ ہوئے اور جب آپ ﷺ کو اپنے قبیلے کے مسلمان ہونے کی اطلاع دی تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے ،اور فرمایا: قیس کیسے اچھے قوم کے قاصد ہیں۔ اور فرمایا: تم نے وفا کی اللہ تمھارے ساتھ وفا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک ان کی پیشانی پر پھیرا اور انہیں ان کی قوم کا امیر مقرر فرمایا، لیکن آپ ﷺ ان کے ساتھ تشریف نہیں لے گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت قیسؓ کو تین سو فرق کشمش، جوار نصف فرق اور گیہوں ایک سو فرق عطا فرمایا۔ (۸۱)

اُسد الغابہ میں ایک تحریر کا ذکر ہے جو آپ ﷺ نے حضرت قیس بن مالکؓ کو بھیجی تھی، اس تحریر کے متن میں عطایا کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد بھیجی ہوگی جب آپ ﷺ کو مختلف غزوات میں فتوحات نصیب ہوئی تھی۔

۲۔ وفد اشجع

قبیلہ اشجع ۵ ہجری کو یعنی جس سال خندق کی جنگ لڑی گئی سو آدمیوں کا وفد لے کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ وفد کے سربراہ مسعود بن رُخیلہ تھے۔ یہ لوگ شعب سلع کے محلے میں اترے۔ نبی کریم ﷺ کو جب ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو خود تشریف لے گئے ان کی تواضع فرمائی اور ان کے لیے کھجوروں کا حکم دیا (۸۲) جو کہ بوریوں میں ڈال کر دی گئیں۔ (۸۳) ان لوگوں نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ ہم لوگ معاہدے کی غرض سے آئے ہیں کیوں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی قوم کی جنگوں سے تنگ آگئے ہیں۔ (۸۴)

۸۱۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۹۳

۸۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۹۳

۸۳۔ وفودِ عرب بارگاہِ نبوی ﷺ میں: ص ۶۷

۸۴۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۶۵

نبی کریم ﷺ نے خندہ پیشانی سے فرمایا۔ تم جو کہتے ہو ہمیں وہ منظور ہے۔ چناں چہ امن کا ایک معاہدہ تحریر کیا جس کو فریقین نے منظور کیا۔ اس دوران میں تمام وفد آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ سے اس درجہ متاثر ہو چکے تھے کہ معاہدے کی تحریر کے فوراً بعد بول اُٹھے: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور آپ کا دین برحق ہے۔ چناں چہ سب اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر گھروں کو لوٹ گئے۔ [۸۵]

۳۔ وفد بنی سُلیم

غزوۂ احزاب کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بنی سُلیم کا ایک آدمی آیا جسے قیس بن نسیبہ کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ ﷺ کا کلام سنا، چند باتیں دریافت کیں۔ آپ ﷺ کے دیے گئے جوابات کو انہوں نے حفظ کرلیا اور پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی، جنہیں چند لوگوں نے قبول کیا۔ جب فتح مکہ کا سال ہوا تو بنی سُلیم کا ایک وفد جو کہ سات سو آدمیوں پر مشتمل تھا (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا) حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ان کے رؤسا میں عباس بن مرداس، انس بن عیاض بن رعل، راشد بن عبد ربہ بھی تھے۔ ان سب لوگوں نے اسلام قبول کیا اور عرض کیا کہ ہم لوگوں کو اپنے مقدمۃ الجیش میں کر لیجیے، یعنی فوجی دستے میں مقدم رکھیے۔ ہمارا جھنڈا سرخ رکھیے اور ہمارا اشعار "مقدم" مقرر فرمایئے۔ آپ ﷺ نے اُن کے ساتھ یہ ہی کیا۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ وحنین وطائف میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے راشد بن عبد ربہ کو رباط کا مقام اِقطاع فرمایا جس میں ایک چشمہ تھا جس کا نام "عین الرسول" تھا [۸۶] حضرت عباس بن مرداسؓ جو اس وفد میں شامل تھے مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، جنہیں غزوۂ حنین کے خمس میں سے سو اونٹ عطا ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں نبی کریم ﷺ نے "مذمور" نامی جگہ اِقطاع فرمائی جس کا ذکر گزشتہ باب میں ہم کر چکے ہیں۔

۴۔ وفد بنی ثعلبہ

۸ ہجری میں غزوہ حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جب رسول اللہ ﷺ جعرانہ سے واپس

۸۵۔ وفودِ عرب بارگاہ نبوی ﷺ: ص ۶۷

۸۶۔ الطبقات الکبریٰ، ج۱، ص ۲۶۵

تشریف لائے تو بنو ثعلبہ کے چار آدمی بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "ہم اپنی قوم کے نمائندے ہیں ہم اور ہماری قوم نے اسلام قبول کر لیا ہے"۔ آپ ﷺ نے ان کی ضیافت کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے چند دن مدینے میں قیام کیا پھر جب وہ لوگ رخصت ہونے لگے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کو عطیہ دو جس طرح دوسرے وفود کو دیے جاتے ہیں۔ چناں چہ حضرت بلالؓ نے ان میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی اور یہ لوگ اپنے شہروں کو واپس لوٹ گئے۔ (۸۷)

۵۔ وفد بنی مہرہ

فتح مکہ کے بعد قبیلہ مہرہ کا ایک وفد بن الابیض کی سربراہی میں مدینہ منورہ آیا اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ آں حضرت ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا تو سب اراکینِ وفد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو عطیات سے نوازا۔ اس کے علاوہ وفد کے سربراہ کو ایک فرمان تحریر کروا کر دیا جو اسلامی احکامات پر عمل کرنے، اور ان لوگوں کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امان میں آنے سے متعلق تھا۔ اس وفد کے علاوہ قبیلہ مہرہ کے ایک اور صاحب زہیر بن قرضم بھی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بہت عزت افزائی اور اکرام و مدارت کی کیوں کہ وہ بہت دور سے آپ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ (۸۸)

مدینہ منورہ سے بنو مہرہ کا وطن ستر دن کی مسافت پر تھا۔ حضرت زہیرؓ اسلام سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن واپس جانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں سواری عنایت فرمائی اور ان کے حق میں ایک فرمان لکھوا کر انہیں دیا۔ (۸۹)

۶۔ وفد عبد القیس

قبیلہ عبد القیس بحرین کا رہنے والا تھا یہ سلیم الفطرت لوگ تھے اور فتح مکہ سے پہلے دعوت اسلام پر لبیک کہہ چکے تھے۔ (۹۰) قبیلہ بنی عبد القیس کا بیس افراد پر مشتمل وفد جس کے رئیس عبد اللہ بن عوف

۸۷۔ ایضاً
۸۸۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۰۶
۸۹۔ وفودِ عرب بارگاہ نبوی ﷺ میں: ص ۱۰۷
۹۰۔ ایضاً، ص ۲۰۰

الأشج تھے، آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔(۹۱) جس شب کو ان لوگوں نے آنا تھا اس کی صبح کو آپ ﷺ نے ان سے متعلق فرمایا:

ابھی ایک جماعت ایسی آرہی ہے جن کو اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا (بل کہ اپنی مرضی سے اسلام لائے ہیں) جنہوں نے اونٹوں کو چلاتے چلاتے تھکا کر دبلا کر دیا ہے۔ اے اللہ! عبدالقیس کی مغفرت فرما جو میرے پاس مال مانگنے نہیں آئے جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں۔(۹۲)

رسول اللہ ﷺ نے ان کا بہت اکرام کیا اور ان لوگوں کو رملہ بنت حارث کے مکان میں ٹھہرایا۔ ان کی دس دن مہمان داری فرمائی۔ آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا:

اپنے بھائیوں کی خاطر تواضع کرو یہ اسلام لانے میں تمھارے مشابہ ہیں۔ یہ لوگ بغیر کسی جبر اور دباؤ کے خوشی خوشی ایمان لائے ہیں جب کہ دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں مارے گئے۔(۹۳)

دوسرے دن صبح نبی اکرم ﷺ نے اہل وفد سے پوچھا۔ تمھارے انصاری بھائیوں نے تمھاری ضیافت اور خاطر تواضع کیسی کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا!

یہ بہترین بھائی ہیں انہوں نے ہمارے لیے آرام دہ بستر مہیا کیے، بہترین کھانا کھلایا اور رات کو اور صبح کو ہمیں قرآن اور آپ ﷺ کی سنت کی تعلیم دیتے رہے۔(۹۴)

آپ ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے بھی عطایا کا حکم فرمایا اور ان کے رئیس حضرت عبداللہ اشج کو سب سے زیادہ دینے کا حکم دیا۔ انہیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔(۹۵)

۹۱۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۷۱

۹۲۔ ایضاً: ص۲۷۲

۹۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۷۱

۹۴۔ ایضاً

۹۵۔ ایضاً

۷۔ وفد بنی عقیل

فتح مکہ کے بعد بنو عقیل کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ تین افراد پر مشتمل وفد تھا جن کے نام مطرف بن عبداللہ، انس بن قیس اور ربیع بن معاویہ تھے۔ ان تینوں حضرات نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا اور آپ ﷺ سے بیعت کی۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے ان لوگوں سے بھی بیعت کی جو پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں عقیق بن عقیل کا مقام اِقطاع فرمایا جس میں چشمے اور کھجور کے درخت تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے اس اِقطاع کی دستاویز سرخ چمڑے پر تحریر کروائی۔ یہ دستاویز حضرت مطرف بن عبداللہؓ کے پاس تھی۔ (۹۶)

۸۔ وفد تغلب

فتح مکہ کے بعد بنو تغلب کا ایک وفد بارگاہِ نبوتؐ میں حاضر ہوا۔ یہ سولہ افراد پر مشتمل وفد تھا جس میں کچھ اصحاب پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے اور کچھ نصاریٰ بھی تھے، نصاریٰ نے اپنے سینوں پر طلائی صلیبیں سجا رکھی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس وفد کو رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرایا۔ وفد کے مسلمان اراکین نے تو حضور اکرم ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور دین کے احکام سیکھے، لیکن نصاریٰ اپنے دین پر قائم رہے اور صرف صلح کی خواہش ظاہر کی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اپنی اولاد کو نصرانیت کے رنگ میں نہیں رنگیں گے۔ یہ وفد رخصت ہونے لگا تو رحمتِ دوعالم ﷺ نے مسلمان اراکینِ وفد کو عطیات سے نوازا۔ (۹۷)

۹۔ وفد ہمدان

رسول اکرم ﷺ ۹ ہجری کو جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو بنو ہمدان کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں بنو ہمدان کے بہت سے عمائد شامل تھے۔ ان میں ابو ثور مالک بن نمط، عمیرہ بن مالک الخارفی، قمام بن مالک السلمانی اور مالک بن ایفع قابل ذکر ہیں۔ آں حضرت ﷺ نے حضرت مالک بن نمط کو بنو ہمدان کا امیر مقرر فرمایا اور ایک تحریری فرمان کے ذریعے بنو

۹۶۔ ایضاً: ص ۲۶۰، ۲۶۱

۹۷۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۷۳

ہمدان کو وہ جاگیریں عطاکیں جو انہوں نے مانگیں تھیں ۔(۹۸) حضرت مالک بن نمط نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں فصیح وبلیغ اشعار پڑھے جن میں سے چند یہ ہیں:

ذکرت رسول اللہ فی فحمۃ الزحی
ونحن باعلی رحرحان وصل

میں نے کفر کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یاد کیا جب رحرحان (پہاڑ) کی اور اس کی چٹانوں کی چوٹی پر تھے۔

وھن بنا خوص طلائح تفتلی
برکبا تھافی الاحب متمدد

ہماری اونٹنیاں ہمیں نشیب پر لا رہی تھیں اور تھک گئیں تھیں یہ اونٹنیاں اپنے سواروں کو لیے صاف اور کشادہ راہوں کی طرف بڑھتی جارہی تھیں۔

بــان رســول اللہ ﷺ فینا مصدق
رسول اتی من عندی ذالعرش مھتدی

ہمیں بتایا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہم میں موجود ہیں وہ صادق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جو راہِ راست کھانے والے خدا کے نمائندے ہیں۔

لماحملت مـن نافۃ فوق رحـلھا
اشد علی اعدائہ من محمد ﷺ

آج تک کسی اونٹنی کے کجاوے سے، کسی شخص نے اپنے دشمنوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت تر حملہ نہیں کیا۔

واعطی اذا مـا طالب العرف جاءہ
و امضی بعد المشرقی فی المھند

جب بھی کوئی مالی امداد مانگنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بے حساب عطا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّت فیصلہ ہندی مشرقی تلوار سے بھی تیز ہے۔(۹۹)

۹۸۔ اسد الغابہ: ج۵، ص۴۶، باب المیم والالف، مادہ مالک بن نمط

۹۹۔ ایضا: ص۴۷

۱۰۔ وفد بنی طے

بنو طے یمن کا نہایت نامور قبیلہ تھا۔ اس قبیلے کے سردار اور رؤسا زید الخیل (جن کا اصل نام زید بن مہلہل تھا) اور عدی بن حاتم طائی تھے۔ جن کی حکومت کی حدود ایک دوسرے سے جدا تھیں۔ یہ دونوں الگ الگ موقعوں پر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ زید الخیل زمانۂ جاہلیت کے مشہور شاعر تھے۔ وجاہت اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کا نام زید الخیل کی وجہ شہرت ان کی بہترین شاہ سواری تھی۔ (۱۰۰) ابن اثیر کے مطابق ان کا شمار موٴلفۃ القلوب میں ہوتا تھا۔ ۹ ہجری میں یہ نبی کریم ﷺ کے پاس وفد طے میں آئے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کا نام زید الخیل سے تبدیل کر کے زید الخیر رکھ دیا۔ (۱۰۱)

آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نو دنوں تک تھک ہار کر سفر کرتا رہا اور پیاسا رہا، تاکہ آپ ﷺ کے پاس آکر دو باتیں دریافت کر سکوں۔ پہلی بات یہ کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اس کی کیا علامت ہے؟ اور جس کو نہیں چاہتا اس کی کیا نشانی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمھارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ میرا خیال ہے کہ میں خیر اور اہل خیر کو اور جو عملِ خیر کرتا ہے اس کو دوست رکھتا ہوں، اگر میں کوئی عمل خیر کرتا ہوں تو اس کے ثواب کا امیدوار رہتا ہوں اور اگر کوئی بھلائی کی بات مجھ سے رہ جاتی ہے تو اس پر غمگین ہوتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہی علامت ہے اس شخص کی جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور جس کو نہیں چاہتا ہے اور اللہ تم کو نامرادوں میں کرتا تو تم کو

اس کے واسطے مستعد کر دیتا پھر نہ پرواہ کرتا کہ کس وادی میں تم ہلاک ہو گئے۔ (۱۰۲)

جب یہ وفد رخصت ہونے لگا تو نبی کریم ﷺ نے وفد کے عام اراکین کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی اور حضرت زید الخیرؓ کو بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید الخیرؓ کو مقام منید اور دو زمینوں کی جاگیر بھی عنایت فرمائی۔ (۱۰۳)

۱۰۰۔ وفود عرب بارگاہ نبوی ﷺ : ص ۱۴۶

۱۰۱۔ اسد الغابہ: ج ۲، ص ۳۷۶، باب الزای والھاء، مادہ زید بن مہلہل

۱۰۲۔ ایضاً

۱۰۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۷۸

۱۱۔ وفد داریین

نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو داریوں کا ایک وفد شام سے مدینہ منورہ آیا۔ یہ وفد دس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ مذہباً نصرانی تھے۔ ان میں مشہور صحابی حضرت تمیم بن اوس داریؓ اور ان کے بھائی حضرت نعیم بن اوس داریؓ بھی شامل تھے۔ اہل وفد نے آپ ﷺ کی خدمت میں شراب کی مشک، چند گھوڑے اور ایک ریشمی قبا جس میں سونے کے پتر لگے ہوئے تھے بہ طور ہدیہ پیش کیے۔ آپ ﷺ نے شراب کے سوا گھوڑے اور قبا قبول فرمایا اور یہ قبا پھر حضرت عباسؓ کو عطا فرمائی۔ یہ لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ملک شام کو آپ ﷺ کے زیر نگیں کردے تو "بیت عینون" اور اس کے نواحی علاقے ہمیں عطا فرمادیجیے۔ آپ ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمائی اور ان علاقوں کے اِقطاع سے متعلق وثیقہ ان کے لیے تحریر کرواکر انہیں دیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں کو یہ گاؤں دے دیے۔ داریین کا یہ وفد رسول اللہ ﷺ کی وفات تک مقیم رہا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے ایک سو وسق (پیمانہ غلہ) بھی وصیت فرمائی۔ (۱۰۴)

۱۲۔ وفد جعدہ

رُقاد بن عمر بن ربیعہ بن جعدہ بہ طور وفد اپنی قوم کی نمائندگی کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے "فلج" کا علاقہ انہیں اِقطاع فرمایا اور اس سے متعلق فرمان تحریر فرمادیا۔ (۱۰۵)

۱۳۔ وفد بنی مرّہ

۹ ہجری کو جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے تو بنو مرّہ کا ایک تیرہ رکنی وفد آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے سربراہ حضرت حارث بن عوفؓ تھے۔ ان لوگوں نے بھی قبول اسلام اور آپ ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ جب یہ وفد مدینہ

۱۰۴۔ ایضاً: ص ۲۹۶

۱۰۵۔ ایضاً: ص ۲۶۲

سے رخصت ہونے لگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت بلالؓ نے وفد کے سربراہ حضرت حارث بن عوفؓ کو بارہ اوقیہ چاندی اور وفد کے دوسرے اراکین کو دس دس اوقیہ چاندی عطا کیں۔[106]

۱۴۔ وفد بنی البکاء

۹ ہجری کو بنو البکاء کا ایک وفد بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ یہ چار آدمیوں پر مشتمل وفد تھا۔ جن میں معاویہ بن ثور بن عبادہ بن البکاء تھے جو اس وقت سو برس کے تھے۔ اُن کے ہم راہ اُن کے بیٹے بشیر بن معاویہ بھی تھے۔ ان کے علاوہ جو دوسرے دو اصحاب تھے اُن کے نام فجیع بن عبداللہ بن جندح بن البکاء اور عبد عمرو البکائی جو کہ بہرے بھی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ٹھہرانے اور مہمان رکھنے کا حکم دیا۔ معاویہ اور بشیر کو چند بکریاں عنایت فرمائی۔ عبدو عمرو بکائی کا نام تبدیل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن رکھا اور " ذی القصہ " میں پانی کے چشمے کی ملکیت کے حقوق عطا کیے۔
ان اصحاب نے چند دن مدینہ منورہ میں قیام کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان داری سے متمتع ہوئے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مزید عطایا سے نوازا۔[107]

۱۵۔ وفد جعفی

اس قبیلے کے ایک مرد ابو سبرہ جن کا نام یزید بن مالک تھا اپنے دو بیٹوں سبرہ و عزیز کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے کا نام عزیز سے تبدیل کر کے عبدالرحمن رکھ دیا۔ ابو سبرہؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں ان کی قوم کی وادی یمن بہ طور جاگیر عطا کردیں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور انہیں یہ وادی جس کا نام "حردان" تھا اِقطاع فرمادی۔[108]

۱۶۔ وفد بنی تجیب

بنی تجیب کا وفد جو ۱۳ افراد پر مشتمل تھا، ۹ ہجری کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر

۱۰۶۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۵۷، ۲۵۸
۱۰۷۔ ایضاً: ص ۲۶۳
۱۰۸۔ ایضاً: ص ۲۸۲، ۲۸۱

ہوا۔ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے قبیلے کی زکاۃ لے کر آئے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے فقرا میں بانٹ دو۔ انہوں نے عرض کیا۔ " یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! حاجت مندوں کو دے کر جو کچھ بچ رہا ہے وہی ہم لائے ہیں"۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے جذبہ اخلاص پر بہت خوش ہوئے اور ان کا اکرام کیا۔ ان لوگوں نے دین کے بارے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے چند سوالات پوچھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے جوابات لکھوا دیے۔[109] یہ لوگ کچھ دن حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مہمان رہے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہر ایک کو فرداً فرداً عطایا عنایت فرمایا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم معمولاً وفد کو جتنا عطا فرماتے تھے ان لوگوں کو اس سے زائد عطایا عنایت فرمائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے دریافت کیا کہ کوئی رہ تو نہیں گیا؟ جس پر انہوں نے عرض کیا کہ ایک نوجوان لڑکا رہ گیا ہے، اسے باہر ہم نے اپنے اموال کی نگرانی کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسے جب عطا کرنے کی غرض سے بلا بھیجا تو اس لڑکے نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اپنے دل کو غنی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

جب حجۃ الوداع میں اس قبیلے کے سولہ آدمی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا کہ اس نوجوان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اس کے استغنا کا یہ حال ہے کہ سارے جہان کی دولت اس کے قدموں پر ڈھیر کر دی جائے تو وہ آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں اللہ سے آرزو کرتا ہوں کہ ہم سب کا خاتمہ اسی حالت پر ہو۔[110]

۱۷۔ وفد بنی عذرہ

بارہ آدمیوں پر مشتمل وفد صفر ۹ ہجری کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ جن میں حمزہ بن النعمان العذری وسلیم وسعد فرزندانِ مالک ومالک بن ابی ریاح بھی تھے۔ یہ لوگ رملہ بنت حارث النجاریہ کے مکان میں ٹھہرے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی بھی تواضع کی انہوں نے اُمور دین سے متعلق چند باتیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں جوابات دیے اور وہ سب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسی طرح انہیں عطایا سے نوازا جیسا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وفود کو نوازا کرتے تھے۔ اُن

۱۰۹۔ زاد المعاد: ج ۳، ص ۵۶۸

۱۱۰۔ الطبقات الکبریٰ: ج ۱، ص ۲۷۹، ۲۸۰

میں سے ایک کو عزت افزائی کے لیے آپؐ نے چادر بھی اڑھائی۔ (۱۱۱)

بنی عذرہ ہی سے تعلق رکھنے والے ایک اور صاحب زمل بن عمرو العذری بہ طور وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ یہ بھی مشرب بہ اسلام ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قوم کی سرداری کا جھنڈا باندھ دیا۔ جنگ صفین میں یہ معاویہؓ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ان ہی کے ساتھ مرج میں تھے کہ شہید کردیے گئے۔ (۱۱۲)

۱۸ وفد بلی

یہ وفد ۹ ہجری کو ربیع الاوّل کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہیں رُوَیفع بن ثابت بلوی نے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ وہ ہی ان لوگوں کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یہ میری قوم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے اور تیری قوم کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی۔ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر مرے گا وہ جہنم کی آگ میں جائے گا۔

حضرت رویفع کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے اُمور پر دریافت کرنے کے بعد میں ان لوگوں کو لے کر اپنے گھر آگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان کی طرف کھجوروں کی ایک بوری خود اُٹھائے آرہے ہیں اور فرمایا: ان سے کام چلاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق عظیم دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے۔ یہ لوگ تین دن تک مہمان رہے اور پھر ان افراد کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطایا مرحمت فرما کر انہیں رخصت کردیا۔ (۱۱۳)

۱۹۔ وفد بہراء

وفد بہراء یمن سے آیا تھا جو تیرہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ اپنی سواریوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے (محلہ) بنی جدیلہ میں مقداد بن عمرو کے دروازے پر پہنچے، مقداد نکل کر ان لوگوں کے پاس آئے۔

۱۱۱۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۸۶

۱۱۲۔ ایضاً

۱۱۳۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۸۵۔ زاد المعاد: ج۳، ص۵۷۴، ۵۷۵

حضرت مقدادؓ نے ان کا خیر مقدم کیا اور انہیں اپنا مہمان بناکر کھجور، ستو اور گھی سے بنے ہوئے حیس سے اُن کی تواضع کی۔ اس کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں جاکر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ قرآن کے احکام سیکھے اور چند دن قیام کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ ان کے رخصت ہوتے وقت آپ ﷺ نے ان سب کو بھی عطایا سے نوازا۔ (۱۱۴)

۲۰ وفد بنو کندہ

کندہ یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ حضرت اشعث بن قیسؓ کی سربراہی میں ساٹھ اور اسّی افراد پر مشتمل اس قبیلے کا وفد ۱۰ ہجری کو آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو سب ہتھیار بند تھے، اور انہوں نے احباء کا ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا۔ کیا تم نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہم مسلمان ہوچکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیسا نظر آتا ہے؟ یہ سنتے ہی انہوں نے پھاڑ کر اُسے اتارا اور پھینک دیا۔ (۱۱۵) یہ وفد بھی جب واپس جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے وفد کے سربراہ کو بارہ اوقیہ چاندی اور دوسرے اراکینِ وفد کو دس دس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ (۱۱۶)

۲۱۔ وفد بنو رہاوین

بنو رہاوین جن کا تعلق مذحج سے تھا ان کا وفد جو کہ پندرہ افراد پر مشتمل تھا آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ بھی رملہ بنت حارثؓ کے مکان پر اترے۔ رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو چند ہدایا پیش کیے، جن میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام مرواح تھا۔ آپ ﷺ کے حکم سے اسے آپ ﷺ کے سامنے سدھایا گیا تو آپ ﷺ نے تعجب کا اظہار فرمایا۔ یہ سب حضرات بھی مشرف بہ اسلام ہوئے اور مدینہ منورہ میں چند دن قیام کیا۔ اس دوران انہوں نے قرآن مجید اور دین کے فرائض سیکھے۔ جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو حسب معمول رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی اسی طرح عطایا سے نوازا، جیسے

۱۱۴۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۸۵

۱۱۵۔ زاد المعاد: ج۳، ص ۵۴۰،۵۳۹

۱۱۶۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۸۴، ۲۸۳

آپ ﷺ دوسرے وفود کو نوازتے آئے تھے۔ ان کے رؤسا کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی اور باقی اراکینِ وفد کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عنایت فرمائی۔ (۱۱۷)

حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی ایک جماعت مدینہ منورہ آئی اور حضور اکرم ﷺ کے ہم رکابی میں مکہ جاکر حج ادا کیا اور پھر آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ آئی اور وہیں قیام کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ ان کے لیے آپ ﷺ نے خیبر کی پیداوار کے ایک سو وسق کی وصیت فرمائی اور ایک دستاویز لکھوا کر انہیں مرحمت فرمائی۔ (۱۱۸)

ابن سعدؒ نے بنو رہاوین سے متعلق ایک اور روایت بھی درج کی ہے جس میں بنو رہاوین کے ایک فرد عمرو بن سُبیع کا ذکر ہے، جو بہ طور وفد آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک جھنڈا باندھ دیا۔ یہ ہی عَلَم لے کر انہوں نے حضرت معاویہؓ کے ہم راہ جنگِ صفین میں حضرت علیؓ سے جنگ کی تھی۔ (۱۱۹)

۲۲۔ وفد بنی محارب

۱۰ ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر دس آدمیوں پر مشتمل بنو محارب کا وفد بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ آں حضرت ﷺ نے انہیں بھی حضرت رملہ بنت حارثؓ کے مکان میں ٹھہرایا اور حضرت بلالؓ کو ان کی خاطر مدارت پر مامور فرمایا۔ جو صبح و شام کا کھانا ان کے پاس لایا کرتے تھے۔ یہ سب لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عربوں میں یہ لوگ بڑے شدید اور درشت خو تھے۔ اسلام کی ابتدا میں جب آں حضرت ﷺ قبائل میں گھوم پھر کر ان کو اسلام پیش فرما رہے تھے تو ان میں سے ایک شخص آپ ﷺ کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آیا اور جب یہ لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا تو اس نے آپ سے عرض کیا: اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے باقی رکھا اور میں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ دوسرے لوگ جو اس وقت میرے ساتھ تھے وہ سب اپنے دین پر مر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک یہ قلوب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا۔ آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ

۱۱۷۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۹۷

۱۱۸۔ ایضاً

۱۱۹۔ ایضاً

میری مغفرت فرمائے اور جو برتاؤ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا تھا اس کو معاف فرمادے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اسلام کفر کی باتوں کو مٹادیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری وفود کی طرح ان کو بھی عطیات سے نوازا اور یہ لوگ واپس چلے گئے۔ (۱۲۰)

۲۳۔ وفد بنی حنیفہ

بنی حنیفہ کے اُنیس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ اس وفد کے رئیس سلمٰی بن حنظلہ تھے۔ یہ لوگ حضرت رملہ بنت حارثؓ کے مکان میں ٹھہرائے گئے اور ان کی مہمان داری کی گئی۔ ان لوگوں کو دونوں وقت کا کھانا دیا جاتا تھا۔ کبھی گوشت روٹی، کبھی دودھ روٹی اور کبھی ان کے لیے کھجور پھیلا دی جاتی تھی۔ یہ لوگ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کیا اور حق کی شہادت دی۔ ان کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا جسے وہ اپنے کجاوے میں چھوڑ گئے تھے۔ چند روز مقیم رہ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

رحال بن عنفوۃ جو کہ بنو حنیفہ کے وفد میں شامل تھے وہ حضرت اُبی بن کعبؓ سے قرآن کا درس لیتے رہے۔ جب ان لوگوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی کا عطایا دینے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اپنے ایک ساتھی کو کجاوے میں جو چھوڑا ہے جو ہمارے اونٹوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے بھی اتنے ہی انعام کا حکم دیا جتنا اس کے ساتھیوں کو دلایا تھا۔ (۱۲۱)

بعد ازاں اسی مسیلمہ کذاب نے جھوٹے نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزاروں لوگوں کو گم راہ کر کے اپنے ساتھ ملا کر بہت زیادہ قوت حاصل کر لی۔ رجال بن عنوۃ بھی اس کے ساتھ اس کے اس فتنے میں شریک ہوا۔ اس نے اپنے قبیلے کے سامنے اس کی نبوت کی جھوٹی گواہی دی تھی۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے اور اس کے لشکر کو یمامہ کے مقام پر تباہ کن شکست دی۔ بنو حنیفہ نے اس میں مسلمانوں کے ساتھ بہت شدت کے ساتھ جنگ کی اور اس میں مسلمانوں کو بھی سخت نقصان اُٹھانا پڑا۔ صحابیوں کی بڑی تعداد جن میں کبار صحابہ شامل تھے اور زیادہ تر حفاظ قرآن تھے،

۱۲۰۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۵۸

۱۲۱۔ [illegible] ص ۲۰۱، ۲/۴، ۲/۳، ۲

نے شہادت حاصل کی۔ لیکن بالآخر اس کذاب کے فتنے کا خاتمہ ہوا اور یہ اور رجال دونوں اس لڑائی میں جہنم واصل ہوئے۔ [۱۲۲]

۲۴۔ وفد بنی غامد

رمضان المبارک دس ہجری کو بنو غامد کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ وفد دس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ بقیع الغرقد میں ٹھہرے۔ پھر اچھے اچھے کپڑے زیب تن کر کے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو ایک تحریر عطا فرمائی، جس میں احکامِ شریعت درج تھے۔ ان اصحابؓ نے چند دن مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اس دوران میں حضرت ابی بن کعب انصاریؓ نے انہیں قرآن کریم کی تعلیمات دی۔ جب یہ وفد مدینہ سے رخصت ہونے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے تمام ارکان کو معمول کے مطابق عطایا سے نوازا جیسا کہ دوسرے وفود کو عنایت فرماتے آئے تھے۔ [۱۲۳]

۲۵۔ وفد سلامان

شوال دس ہجری کو سلامان کا وفد جو سات افراد پر مشتمل تھا حاضر ہوا۔ یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے پھر اہل وفد نے آپ ﷺ کی خدمت میں قحط سالی کی شکایت پیش کی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ "اے اللہ ان کے گھروں میں بارش فرما۔ اس پر وفد کے ایک رکن حضرت حبیب بن عمرو نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! خوب ہاتھ اُٹھایے، تاکہ زیادہ سے زیادہ اور خوب بارش ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسّم فرمایا اور اس قدر ہاتھ اُٹھائے کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی بھی نظر آگئی۔ اس کے بعد یہ وفد تین دن آپ ﷺ کی خدمت میں ٹھہرا۔ آپ نے ان تین دن میں ان کی خوب ضیافت فرمائی۔ پھر جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی عطایا سے نوازا اور ہر آدمی کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی عنایت فرمائی۔ حضرت بلالؓ نے ان سے معذرت بھی کی اور کہا کہ آج ہمارے پاس زیادہ مال نہیں۔ اہل وفد نے جواب دیا۔ یہ تو بہت زیادہ اور خوب ہے۔ جب یہ لوگ اپنے

۱۲۲۔ محمد الصادق، علی محمد۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے۔ مترجم شیمم احمد خلیل سلفی۔ ضلع مظفر گڑھ پاکستان، الفرقان ٹرسٹ: ص ۳۴۹۔۳۶۰

۱۲۳۔ [illegible]

وطن واپس لوٹے تو انہیں معلوم ہوا کہ جس گھڑی رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی اسی روز اور اسی گھڑی بارش ہوئی۔ (۱۲۴)

ا۔ قبائل عرب پر دین اسلام کے دعوتی اثرات کا جائزہ

اگر بہ حیثیت مجموعی ہم اسلامی تحریک اور اس کی دعوت کی کام یابی کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے کہ عرب کے زیادہ تر حصوں اور ان میں رہائش پذیر قبائل میں اسلام کی اشاعت اور اس کی قبولیت کسی فوجی مہم کا نتیجہ نہیں بل کہ دعوت و تبلیغ کا نتیجہ تھی جو رسول اللہ ﷺ اور پھر آپ کی تربیت یافتہ اصحاب کرامؓ کی کوششوں سے عمل میں آئی۔ اس لیے یہ مفروضہ غلط ثابت ہوتا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ جو شخص اس دعوتی تحریک کے ساتھ منسلک ہوتا گیا وہ اپنے قبیلے اور حلقۂ اثر کے لیے بہ ذات خود ایک داعی اور معلم بن گیا اور جس کے کردار اور اخلاق سے متاثر ہو کر اُس کے قبیلے کے افراد بل کہ بعض واقعات میں تو پورے کا پورا قبیلہ اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جو قبیلہ بنو غفار سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ قبیلہ جس کا پیشہ ہی لوٹ مار اور ڈاکہ زنی تھا جب وہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے تو اپنے قبیلے میں اسلام کے داعی بن کر وارد ہوئے اور اس اسلام کی ایسی دعوت و تبلیغ کی کہ ان کا قبیلہ تو کیا ان کے پڑوس کا قبیلہ بھی ان کی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور یوں بنو غفار کے ساتھ ان کے پڑوس قبیلہ بنو اسلم نے بھی اسلام کے دامن میں اپنے لیے پناہ ڈھونڈی۔ (۱۲۵)

اسی طرح انصارِ مدینہ نے خود آکر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور مدینہ منورہ میں اسلام کا مرکز قائم کیا۔ حضرت طفیل دوسیؓ کی وجہ سے یمن میں اسلامی تحریک اور اس کی دعوت متعارف ہوئی۔ مہاجرین حبشہ سے متاثر ہو کر قبیلہ اشعر نے کسی خارجی تحریک کے بغیر اپنے آپ کو اسلام کے محاذ پر پیش کیا۔ ضماد بن ثعلبہؓ کی دعوت سے پورا قبیلہ ازشنوءہ حلقۂ اسلام میں آگیا۔ منقذ بن حبانؓ مدینہ منورہ سے صداقت کا نور لیے ہوئے اپنے وطن بحرین پہنچے تو دعوتِ حق کا کام شروع کر دیا اور لوگ متاثر ہونے لگے، یہاں تک کہ کچھ عرصے کے بعد ہی آپؓ چودہ مسلم رفقا کے ہم راہ بہ

۱۲۴۔ زاد المعاد: ج ۳، ص ۵۸۵

۱۲۵۔ محسن انسانیت: ص ۴۹۱

طورِ وفد مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔(۱۲۶)

ان مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ بغیر مسلح تصادم اور جنگی مہم کے ان چند افراد نے اپنی دعوت اور تبلیغ سے اپنے پورے کے پورے قبائل اور علاقوں کو اسلام سے روشناس کرادیا۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد دعوت الی اللہ تھا، اس لیے آپ ﷺ کے تمام اقدامات اور حکمتِ عملی چاہے وہ سیاسی ہو، معاشی ہو یا معاشرتی ہو ان میں دعوت کا پہلو نمایاں تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی ساری زندگی اس کڑی محنت اور مشقت میں گزار دی کہ کسی طرح بھی تمام انسان راہِ ہدایت پائے، اور انسانوں کی غلامی سے نکل ایک اللہ کی بندگی میں داخل ہوکر ہمیشہ کے لیے آزاد ہوجائیں۔ جب آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے صلح وامن کا راستہ اختیار کرتے ہوئے آس پاس کے قبائل کے ساتھ معاہدانہ روابط اور حلیفانہ تعلقات استوار کیے، تاکہ امن وسکون کی فضا میں دعوت وتبلیغ کا کام آسانی سے کیا جاسکے۔

جب ان قبائل سے معاہدات ہوئے تو تعلقات بھی آگے بڑھے اور میل جول کی وجہ سے دعوت اسلام کا کام جاری رہا۔ آپ ﷺ کا طریقہ کار تھا کہ جن قبائل کے ساتھ آپ ﷺ کے حلیفانہ تعلقات استوار ہوتے آپ ﷺ ان تک دعوت پہنچانے اور ان کی تعلیم وتربیت کا مؤثر انتظام فرماتے۔ چناں چہ ان حلیف قبائل میں مسلم داعیوں کی آمد ورفت اور لوگوں میں گھل مل جانے سے لوگ ان کی تعلیمات اور دعوت سے متاثر ہونے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبائل بہ حیثیت مجموعی اسلامی تحریک کے علم بردار اور معاون بن گئے۔ جیسا کہ جہنیہ اور مذینہ قبائل کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان حلیف قبائل کا ہمیشہ خیال رکھا ان کا اکرام کیا اور وقتاً فوقتاً انہیں اِقطاع سے بھی نوازتے رہے اور حاصل ہونے والے مالِ غنیمت میں سے انہیں عطایا بھی مرحمت فرماتے رہے۔ یہ سب بہت فیاضی سے آپ ﷺ عطا فرماتے جس کی تفصیل ہم گزشتہ مباحث میں پڑھ چکے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے جن قبائل سے حلیفانہ روابط قائم کیے اُن میں سے کچھ نے تو فوراً اور کچھ نے تھوڑے عرصے بعد اسلام قبول کیا۔ بہ ہر حال یہ بات طے ہے کہ جن قبائل نے آپ ﷺ کے ساتھ دوستی کی اور آپ ﷺ کے ساتھ سیاسی حلیفی قائم کی وہ قبائل کچھ عرصے بعد اسلام کے ضرور تابع ہوجاتے تھے۔

۱۲۶۔ محسن انسانیت: ص ۴۹۱

قبائلی معاشرے اور اس کی سیاست کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات توصاف ہے کہ قبائلی سیاست اسلام مخالف رہی ہے اور اس کی وجہ قبائل کے سرداروں اور رؤسا کی مطلق العنانی تھی جو اسلام کے آنے سے ختم ہوجاتی، لیکن یہ بات بھی حقیقت ہے کہ اسی سرداری کے نظام سے اسلام کو تقویت وتائید بھی کسی درجہ حاصل ہوئی تھی، کیوں کہ قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کا سب سے بااثر شخص ہوا کرتا تھا، وہ جو فیصلہ کرتا تھا اس کا قبیلہ اسے تسلیم کرتا اور وہ جو مذہب اختیار کرتا تمام قبیلہ اس کی اطاعت کرتے ہوئے وہ بھی اُسی مذہب کو اختیار کرتا تھا۔ چناں چہ جب ان سرداروں اور رؤسا نے اسلام قبول کیا تو ان کے اسلام قبول کرنے سے ان کے پورے کے پورے قبیلے خود بہ خود مسلمان ہوجاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ اس سردار کی عزت افزائی کرتے ہوئے اس کی سربراہی اس کے قبیلے پر قائم رہنے دیتے، ہاں اس کی مطلق العنانی ختم ہوجاتی اور وہ اپنے قبیلے کے ساتھ اسلامی احکامات کا تابع ہوجاتا۔ اسی لیے ان سرداروں اور رؤسا کی تالیف القلوب بھی کی گئی، تاکہ انہیں یہ سوداگراں نہ گزرے اور اپنے ختم ہوتے ہوئے مطلق اختیارات کا ملال نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی تحریک میں آپ ﷺ کے اِقطاع وعطایا جو آپ مختلف قبائل اور اُن کے رؤسا کو نہایت فیاضی سے عنایت فرماتے، کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ جس کے انتہائی مثبت نتائج مرتب ہوئے تھے۔ چناں چہ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ کوئی شخص مفلس نہ رہتا اور نہ ہی کسی قبیلے کے سردار کو اپنی کم مائیگی اور اختیارات چلے جانے کا احساس ہوتا بل کہ اس کے اندر اس عزت افزائی اور فیاضی سے شکرگزاری اور ممنونیت جیسے جذبات پیدا ہوجاتے اور اسلام کے خلاف جو عناد اس کے دل میں ہوتا وہ ختم ہوجاتا۔

۲۔ فتنہ ارتداد کے شکار قبائل قائدین، افراد میں سے نبی اکرم ﷺ سے اِقطاع پانے والوں کی تفصیل اور جائزہ

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد جو لوگ آپ ﷺ کی دعوت برحق پر ایمان لائے اور اُسے قبول کیا یہ وہ لوگ تھے جو اپنے اندر سچائی، نیک طبعی، حق گوئی اور ایمان داری جیسے صفات رکھتے تھے۔ اس لیے اسلام اور اس کی حقانیت سے یہ لوگ فوراً ہی متاثر ہوئے۔ ان سلیم الفطرت افراد کے بعد جو افراد

وقبائل تدریجاً اسلام میں داخل ہوتے رہے اور حق کو قبول کرنے میں پیش قدمی اختیار کرتے گئے وہ ان ہی جیسی خصوصیات کے حامل تھے جن کا ذکر ہم مندرجہ بالا سطور میں کر چکے ہیں۔

جو لوگ بہت بعد میں ایمان لائے جیسے فتح مکہ و غزوۂ حنین کے بعد یہ کہنا کسی صورت غلط نہ ہوگا کہ ان دیر سے ایمان لانے والوں کے اندر بھی خیر کا عنصر ضرور موجود تھا تب ہی اسلام ان کے اندر سرایت کر گیا۔ آگے جاکر اسلام کے لیے جو انہوں نے خدمات سرانجام دیں اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کی حقانیت وسچائی ان ہی افراد پر اثر کرتی ہے جس کے اندر خیر موجود ہو۔ اسی لیے جب نبی کریم ﷺ نے ان قائدین قبائل، افراد کی تالیف قلبی فرمائی، انہیں عطایا سے نوازا، اِقطاع عنایت فرمائے تو یہ سب احسانات انہیں اسلام کے مزید قریب لے آئے اور ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ لیکن جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے ان میں سے بھی کچھ افراد و قبائل ایسے تھے جن کے اندر نقص و مرض موجود تھا، اس لیے آپ ﷺ کی محبت و شفقت، انعام و اکرام کا اُن پر اثر نہیں ہوا نہ ہی وہ اسلام کی روح سے صحیح معنوں میں روشناس ہو سکے۔

نبی کریم ﷺ کے دور کے اخیر میں ارتداد کا آغاز ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب جزیرۂ عرب نے آپ ﷺ کی قیادت کو تسلیم کر لیا تھا اور اس کے سردار قائدین مختلف علاقوں سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا جو بعد میں جاکر مدعی نبوت بنا۔ اس تمام مدت میں ارتداد کی تحریک وسیع پیمانے پر ظاہر نہیں ہوئی تھی لیکن ۱۰ ہجری کے اواخر میں جب رسول اکرم ﷺ نے حج کیا اور مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہ بدفطرت اور بدنیت لوگ جن کے دلوں میں پہلے سے نقص موجود تھا ان کا مرض ظاہر ہونے لگا اور آہستہ آہستہ لوگوں میں ان کے ارتداد کی خبریں پہنچنے لگی۔ اسود عنسی یمن میں، مسیلمہ کذاب یمامہ میں، طلیحہ اسدی اپنے اپنے علاقے میں نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب اسلام کے لیے عظیم خطرہ بن گئے۔ یہ اپنے ارتداد پر ڈٹ گئے اور اپنے ارتداد سے پلٹنے کے سارے راستے خود بند کر دیے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے سے ان لوگوں کو وسائل اور افراد کی عظیم قوت حاصل ہوگئی۔ [۱۲۷] نبی کریم ﷺ نے اس فتنے سے متعلق خواب بھی دیکھا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان دونوں کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔

۱۲۷۔ حضرت ابوبکر صدیق، شخصیت اور کارنامے: ص ۲۷۳

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ سے اس خواب کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بینما أنا نائم رَأیتُ فی یَدَیَّ سوارَین مِنْ ذَھَبٍ فاھَمّنی شأنُھما فأوحی إلیّ فی المنام أن انفُخْھما فنَفَخْتُھما فطَارا فأوّلتُھما کذّابین یخرجا بَعْدِی فکانَ أحَدُھما العَنسیَ الآخِر مسَیلمة الکَذّابُ صَاحِبُ الیمامة (۱۲۸)

لوگو! مجھے شبِ قدر دکھائی گئی، پھر مجھے بھلا دیا گیا اور میں نے اپنے دونوں بازؤں میں سونے کے دو کنگن دیکھے، مجھے یہ بات ناگوار گزری، پھر پھونک ماری اور وہ دونوں ٹوٹ گئے ۔ میں نے اس کی تعبیر دو کذابوں سے کی ۔ ایک یمن والا (اسود عنسی) دوسرا یمامہ والا (مسیلمہ کذاب)۔

نبی اکرم ﷺ کو جب ان کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے مدعیانِ نبوت کے قبائل کو خطوط اور پیغامبر بھیجے، تاکہ اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو اکٹھا کیا جاسکے ۔ (۱۲۹) آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام ہی میں فیروز دیلمی نے اسود عنسی کو قتل کر دیا جس کی خبر آپ ﷺ کو بہ ذریعہ وحی پہنچ گئی تھی ۔ (۱۳۰) آپ ﷺ کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد نے زور پکڑ لیا اور اپنے عروج کو پہنچا یہاں تک کہ قریش اور ثقیف کے علاوہ کوئی ایسا قبیلہ نہ تھا جو کہ کل یا پھر اس کے کچھ افراد اس فتنے میں مبتلا نہ ہوئے ہوں ۔ (۱۳۱)

اس سلسلے میں حضرت عروہؓ کی روایت ہے جو وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ کی وفات اور اُسامہؓ کی روانگی کے بعد تمام عرب عام اور خاص مرتد ہو گئے ۔ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ان کی جماعت وطاقت بہت بڑھ گئی ۔ قبیلہ طے اور اسد طلیحہ کے ساتھ ہو گئے ۔ اسی طرح اشجع اور غطفان کے بعض خاندانوں کے علاوہ تمام غطفان مرتد ہو گیا اور انہوں نے طلیحہ کی بیعت کر لی ۔ ہوازن متردد تھے ۔ انہوں نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا ۔ البتہ ثقیف اور ان کے

۱۲۸۔ صحیح بخاری: ج۴، ص ۲۰۳، رقم ۳۶۲۱

۱۲۹۔ تاریخ طبری: ج۳، ص ۲۳۱، ۲۳۲۔ حضرت ابوبکر صدیق، شخصیت اور کارنامے: ص ۲۸۶

۱۳۰۔ ایضاً: ص ۲۳۶

۱۳۱۔ ایضاً: ص ۲۴۲

توابع اسلام پر قائم رہے اور ان کی اقتدا میں جدیلہ اور اعجاز بھی عام طور پر اسلام پر قائم رہے۔ البتہ بنی سُلیم کے خواص مرتد ہوگئے تھے۔ [۱۳۲]

نبی کریم ﷺ کے بعد مسند خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سنبھالا۔ یہ دور مسلمانوں کے لیے سخت ابتلاء اور آزمائش کا دور تھا۔ کیوں کہ ایک نبی کریم ﷺ کی وفات کا صدمہ تو دوسری طرف مشکلات، صعوبتوں اور خطرات کے بادل تھے جو پوری ملّت اسلامیہ پر چاروں طرف سے منڈلا رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جن حالات سے دوچار تھے ان سے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے:

لما توفی رسول الله ﷺ اشراب النفاق، وارتدت العرب، وانحازات الانصار فلو نزل بالجبال الراسیات مانزل بأبي لهامنها [۱۳۳]

جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو نفاق نے ہر طرف سے سربلند کیا اور بہت سے قبائل مرتد ہوگئے۔ اس وقت جو مصیبت میرے والد پر نازل ہوئی تھی اگر وہ بلند اور مضبوط پہاڑوں پر نازل ہوتی تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیتا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے دوراندیش، زیرک اور سمجھ دار انسان تھے۔ ارتداد کی عظیم آفت اور پریشان کن حالات میں بھی مطمئن رہے اور اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے جو انہوں نے ان مرتدین کے خلاف اختیار کیا تھا کہ ان کی سرکوبی ہر حال میں کرنی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے متعلق فرمایا ہے:

فوجدته في ذلک أمضی مني وأحزم، وأدب الناس علی امور هانت علي كثير من مؤنتهم حين وليتهم [۱۳۴]

میں نے آپؓ کو اپنے آپ سے زیادہ پختہ ارادہ والا پایا ہے اور انہوں نے لوگوں کو اس طرح ادب سکھایا کہ جب میں خلیفہ بنا تو مجھے ان کی اصلاح کے لیے بہت کم تکلیف اُٹھانے کی ضرورت پڑی۔

مدینے کے اردگرد جو قبائل آباد تھے اور اسلام پر ثابت قدم تھے جیسے قبیلہ اسلم، غفار، مزینہ، اشجع، جہینیہ، اور بنو کعب۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب کو خط لکھ کر مرتدین سے جہاد کا حکم دیا۔

۱۳۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے: ص ۲۴۲

۱۳۳۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن۔ تاریخ الخلفاء۔ بیروت، دار ابن حزم، ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳ء: ص ۶۰

۱۳۴۔ ایضاً

انہوں نے آپؐ کے حکم کو قبول کیا اور مدینہ منورّہ ان سے بھر گیا۔ ان کے ساتھ گھوڑے اور اونٹ تھے انہوں نے یہ سب اموال حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کر دیے۔ (۱۳۵)

ان قبائل کے افراد کی کثرت اور ان کے غیر معمولی امداد کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ صرف جہینہ نے چار سو افراد اونٹوں اور گھوڑوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس روانہ کیے اور حضرت عمرو جہنیؓ نے سو اونٹ مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجے۔ (۱۳۶) یہ وہی لوگ تھے جن کے بارے میں گزشتہ سطور میں، ہم نے بیان کیا کہ ان کے اندر خیر کا عنصر موجود تھا اس لیے اسلام اپنی تمام تر حقانیت سمیت ان کی روحوں میں سرایت کر گیا تھا۔ اس لیے یہ مشکل وقت میں اسلام کے لیے ہر قسم کی جانی ومالی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن اس سارے معاملے میں ایک بنیادی حقیقت جس کو ڈاکٹر مہدی رزق اللہ احمد نے واضح کیا ہے:

> فتنہ ارتداد کا شکار تمام لوگ نہیں ہوئے تھے بل کہ ایسے قائدین، قبائل، افراد اور جماعتیں موجود تھیں جو ہر علاقے میں جہاں ارتداد کا فتنہ اُٹھا دین اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔ (۱۳۷) ڈاکٹر مہدی کے مطابق جن مصادر ومراجع سے انہوں نے استفادہ کیا ان میں کہیں سے بھی کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ تمام قبائل قائدین اور افراد مرتد ہوئے۔ (۱۳۸) در حقیقت یہ ہی وہ جماعتیں، قبائل اور افراد تھے جن پر خلافت نے اعتماد کیا جو کہ اسلام پر ثابت قدم رہے تھے۔ اور یہ جزیرۂ عرب کے ہر گوشے میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور مرتدین کی تحریک کو کچلنے کے لیے نہایت مضبوط حربہ ثابت ہوئے۔ (۱۳۹)

ارتداد کے کئی اسباب بیان کیے گئے ہیں جیسے کہ

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا صدمہ

۱۳۵۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے: ص ۲۳۶

۱۳۶۔ ایضاً

۱۳۷۔ ایضاً: ص ۲۸۶ بہ حوالہ، مہدی رزق اللہ احمد۔ الثابتون علی الاسلام ایام فتنۃ الردۃ: ص ۱۹

۱۳۸۔ ایضاً

۱۳۹۔ ایضاً

۲۔ دین میں کم زوری، فہم نصوص میں نقص
۳۔ جاہلیت اور اس کے مفاسد کے ارتکاب کی چاہت
۴۔ نظام سے بغاوت اور شرعی حکومت کے خلاف خروج
۵۔ قبائلی عصبیت، حکومت کی طمع، دین کے حصول کو مال کا ذریعہ بنانا اور مال میں بخل وحسد شامل ہونا۔ (۱۴۰)

ہمارے نزدیک اس ارتداد کی جو بنیادی وجہ تھی وہ قبائلی عصبیت، تعصب، قیادت واقتدار کا حصول تھا جس کی وجہ سے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ان کے قبیلے کے لوگوں نے نہ صرف ان کا ساتھ دیا بل کہ اقتدار کے لالچ میں جنگ وجدل پر بھی آمادہ ہوگئے۔ ارتداد کئی صورتوں اور شکلوں میں نمودار ہوا۔ کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بعض نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔ کچھ لوگ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اپنی پرانی جاہلی روایات اور اعمال میں لگ گئے۔ کچھ لوگ حیرت وتردّد کا شکار ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ جس فریق کو غلبہ ملے اس کے ساتھ شامل ہوجائیں۔ (۱۴۱)

قاضی عیاض نے مرتدین کی تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ ایک قسم وہ لوگ تھے جنہوں نے بت پرستی اختیار کرلی۔

۲۔ دوسری قسم وہ لوگ تھے جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی پیروی کی جو نبوت کے دعوے دار تھے۔

۳۔ تیسری قسم وہ لوگ تھے جو اسلام پر تو قائم رہے لیکن زکاۃ ادا کرنے سے انکاری ہوگئے اور اس تاویل کا شکار ہوئے کہ اس کی فرضیت نبی کریم ﷺ تک محدود تھی۔ (۱۴۲)

مذکورہ باب میں نبی کریم ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے دعوتی اثرات کے تحت ہم مختلف قبائل ان کے رؤسا اور باشندوں کا ذکر کرچکے ہیں جن کے دل آپ ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے عطا کرنے سے اسلام کی طرف مزید مائل ہوئے اور یہ حکمتِ عملی دعوتی تحریک کے لیے نہایت فائدہ مند ثابت ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں بیان کیا کہ کچھ افراد اور قبائل ایسے بھی تھے جن کے دلوں کو اسلام چھو نہیں

۱۴۰۔ حضرت ابوبکر صدیق: ص ۲۷۲ بہ حوالہ حرکۃ الردۃ علی الختوم: ص ۱۱۰۔ ۱۳۷

۱۴۱۔ ایضاً: ص ۲۰

۱۴۲۔ العسقلانی، حافظ احمد بن علی بن حجر۔ فتح الباری بشرح صحیح بخاری۔ بیروت، دارالمعرفۃ: ج ۲، عشر، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، ص ۲۷۶ .

سکا تھا، کیوں کہ ان کے دلوں میں نقص اور مرض موجود تھا لہٰذا اسی ضمن میں اس فصل میں ہم ان افراد، قائدین اور قبائل کا تذکرہ کریں گے جنہیں آپ ﷺ کی بارگاہ سے اقطاع وعطایا سے بھی نوازا گیا، لیکن بعدازاں وہ فتنہ ارتداد کا شکار ہوگئے، تاکہ اس حوالے سے بھی قبائل اور افراد کی تفصیل سامنے آسکے۔

بنوکندہ اور اشعث بن قیس

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ۱۰ ہجری کو بنوکندہ کا ۸۰ افراد پر مشتمل ایک وفد بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ اشعث بن قیس اس وفد کی قیادت کر رہے تھے یہ سب حضرات اسلام قبول کر چکے تھے۔ جب یہ وفد جانے لگا تو آپ ﷺ نے رئیسِ وفد اشعث بن قیس کو بارہ اوقیہ اور دوسرے اراکینِ وفد کو دس دس اوقیہ چاندی بہ طور انعام مرحمت فرمائی۔[۱۴۳] جب اشعث بن قیس مسلمان ہوئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بہن حضرت اُمّ فروہؓ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا جو کہ منظور کر لیا گیا اور پھر وہ یمن کی طرف لوٹ گئے۔[۱۴۴]

بنوکندہ اور اشعث بن قیس کا ارتداد اور پھر اسلام میں واپسی

اسود عنسی نے ملکِ یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور تمام ملک میں بدامنی پھیلا دی۔ اسود عنسی کی تحریک کو قبولِ کرنے کی وجہ سے بنوکندہ مرتد ہوگئے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے چاروں رئیسوں پر لعنت بھیجی۔ ارتداد سے پہلے جب بنوکندہ اور حضرموت کا سارا علاقہ اسلام لے آیا تو ان کے صدقات کے انتظام کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ حضرموت میں اہل کندہ کا صدقہ جمع ہو اور بنوکندہ میں حضرموت کے لوگوں کا صدقہ جمع ہو۔ اس پر بنوکندہ کے بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس اونٹ نہیں ہیں اگر آپ مناسب خیال کریں تو آپ حضرمیوں کو حکم دیں وہ صدقے کا مال لے کر ہمارے پاس لے آیا کریں۔ اس پر آں حضرت ﷺ نے ان لوگوں سے کہا ایسا کر سکتے ہو تو کرنا۔ اس پر حضرموت کے لوگوں نے کہا اگر اہل کندہ کے پاس جانور نہ ہوں تو ہم صدقے کا مال پہنچا دیا کریں گے۔[۱۴۵]

۱۴۳۔ الطبقات: ج۱، ص ۲۸۴، ۲۸۳

۱۴۴۔ اسد الغابہ: ج۱، ص ۲۵۰، باب الھمزہ والشین مادہ اشعث بن قیس

۱۴۵۔ تاریخ طبری: ج۳، ص ۳۳۱

حضرمیوں نے آپ ﷺ کی وفات سے پہلے اہل کندہ کے ساتھ صدقات کے مال جمع کرنے کا جو معاملہ طے کیا تھا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اُس سے پیچھے ہٹ گئے۔ قصہ کچھ یوں ہے: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد زیاد بن لبید انصاری (جو حضر موت اور بنو کندہ پر آپ ﷺ کی طرف سے والی مقرر ہوئے تھے) نے لوگوں کو صدقات کی وصولی کے لیے طلب کیا۔ بنو کندہ نے حضرمیوں سے مطالبہ کیا کہ جو وعدہ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے کیا تھا، اس پر عمل کرتے ہوئے صدقات کا مال ہم تک پہنچادیں۔ لیکن حضرمی مکر گئے اور اُن سے کہا تمھارے پاس بار برداری موجود ہے اپنے جانور لے آؤ اور صدقات لے جاؤ۔ جس پر ان کی آپس میں بدمزگی پیدا ہوگئی۔ اہل کندہ نے زیادؓ پر حضرمیوں کی طرف جانب داری کا الزام لگایا اور بغیر تصفیے کے گھروں کو واپس چلے گئے۔[۱۴۶] اہل کندہ کے زیادہ خفا ہونے پر حضرت زیادؓ نے ان سے صدقات کی وصولی کی ذمے داری خود لے لی۔ حضرت زیادؓ جب اہل کندہ سے صدقات وصول کررہے تھے تو اس دوران اہل کنندہ کے ایک نوجوان نے غلطی سے صدقے کی اونٹنی کی بہ جائے اپنے بھائی کی اونٹنی دے دی۔ جب اسے احساس ہوا کہ اس نے غلط اونٹنی صدقے میں دے دی تو اس نے حضرت زیادؓ کو بتایا کہ یہ اونٹنی اس کے بھائی کی ہے لہٰذا اسے یہ واپس دی جائے اس کے عوض وہ دوسری اونٹنی دے دے گا لیکن حضرت زیادؓ سمجھے یہ لڑکا بہانہ کررہا ہے اس لیے انہوں نے اونٹنی واپس دینے سے انکار کردیا[۱۴۷] اور یہ واقعہ فتنہ برپا ہونے کا سبب بنا جس کی وجہ سے اہل کنندہ نے مسلمانوں سے جنگ کی اور ارتداد اختیار کیا۔

جب حضرت زیادؓ نے اونٹنی دینے سے انکار کیا اور اس پر وہاں فساد کھڑا ہوگیا تو اس لڑکے نے وہاں رہنے والے اپنے قبیلے کے لوگوں کو مدد کے لیے پکارا، جس پر اس کے قبیلے کا ایک فرد ابوالسمیط حارثہ بن سراقہ ان کی مدد کو آیا اور زیادؓ سے اونٹنی کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن وہ اپنے موقف پر قائم رہے اس پر حارثہ نے غصے میں آکر وہ اونٹنی کھول دی۔ جس کے بعد حضرت زیادؓ اور ان کے ساتھیوں کی وہاں موجود اہل کندہ کے ساتھ جنگ شروع ہوئی۔ بالآخر حارثہ کو شکست ہوئی اور کندہ کی بڑی تعداد کو زیادؓ نے قیدی بنالیا اور مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔ راستے میں جہاں اشعث اور بنی الحارث، بنی معاویہ جو کندہ کی شاخیں تھیں ان کا پڑاؤ آیا تو قیدیوں نے اشعث کو مدد کے لیے پکارا۔ اس نے عصبیت اور حمیت کے

۱۴۶۔ ایضاً

۱۴۷۔ ایضاً: ص ۳۳۲

جذبے میں آکر بنوکندہ کی شاخ بنوحارث کو بھی اپنے ساتھ ملاکر مسلمانوں پر یورش کی اور ان کو مسلمانوں سے چھڑالیا۔

اشعث کے لیے اب یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ حضرت زیادؓ اور ان کی فوج کو اس واقعے کا علم ہوا تو وہ ان سب کو نہیں چھوڑیں گے ۔ اس لیے اس نے کندہ کے دونوں خاندانوں بنوحارث بن معاویہ اور بنی عمرو بن معاویہ کو اور اطراف کے قبائل میں سے جو لوگ اس کے ہم نوا ہوسکے سب کو اپنے ساتھ ملالیا اور مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی جمیعت تیار کرلی۔ تمام بنوکندہ نے اس بات پر اتفاق واتحاد کرلیا کہ زکاۃ نہ دی جائے اور سب اسلام سے مرتد ہوجائیں ۔ ان سب نے مسلمانوں کا محاصرہ کیا ۔ ادھر حضرت زیادؓ نے صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے حضرت عکرمہؓ اور مہاجر بن امیہؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی مدد کے لیے جلد از جلد پہنچ جائیں ۔ وہ دونوں اس وقت مآرب میں تھے۔ یہ خبر سن کر مہاجرؓ نے حضرت عکرمہؓ کو فوج کے ساتھ چھوڑا اور خود تیز شاہ سواروں کو لے کر زیادؓ کی مدد کے لیے پہنچ کر محاصرہ ختم کرنے میں کام یاب ہوگئے۔کندہ کے لوگ بھاگ کر ''نجیر'' نامی اپنے ایک قلعے میں محصور ہوگئے ۔ اس قلعے میں صرف تین راستے تھے۔ ایک راستے پر حضرت زیادؓ اتر گئے ، دوسرے راستے کو مہاجرؓ نے سنبھالا، جب کہ تیسرا راستہ اہل کندہ کے تصرف میں رہا، یہاں تک کہ حضرت عکرمہؓ پہنچ گئے اور اس راستے پر قابض ہوگئے ۔ پھر مہاجرؓ نے میدان اور پہاڑی علاقے میں کندہ کے بکھرے ہوئے قبائل کی طرف فوجی دستے روانہ کیے ، تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اور جو انکار کریں اس سے قتال کریں ۔ اس طرح قلعے میں ہی محصور افراد رہ گئے ۔ (۱۴۸)

مسلمانوں کی طرف سے سخت محاصرے اور سامانِ اسلحہ کی کمی کی وجہ سے اشعث جلد مایوس ہوگیا اور اس نے حضرت مہاجر سے اپنے اور اپنے عزیز واقارب اور دوسرے متعلقین کے لیے امان کی درخواست کی جو اس شرط پر قبول ہوئی کہ وہ قلعے کا دروازہ کھول کر اپنی قوم کو مسلمانوں کے حوالے کردے گا۔ حضرت مہاجرؓ نے اس سے کہا کہ امان حاصل کرنے والوں کی فہرست بنا کر لاؤ۔ اشعث اس فہرست میں اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ چناں چہ جن لوگوں کے نام فہرست میں تھے انہیں چھوڑ دیا گیا اور جو لوگ جنگ جو تھے اُن کا خاتمہ کردیا گیا۔ مسلمانوں نے مالِ غنیمت اور قیدیوں کو

۱۴۸۔ تاریخ طبری: ج ۳، ص ۳۳۲، ۳۳۶

جن میں اشعث بن قیس بھی شامل تھے مدینہ منورہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ تھے کر دیا۔ (۱۴۹)

جب اشعث بن قیس حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچا تو آپؓ نے اُس سے اس کی کارستانیوں کے متعلق سوال کیا جس پر اشعث بن قیس نے اُن سے معافی طلب کی اور کہا مجھ پر احسان کیجیے میری غلطی معاف فرمایے میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔ انہوں نے ان کی بہن کے لیے جن سے ان کی نسبت طے تھی پھر شادی کا پیغام دیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو معاف کر دیا، اس کا عذر قبول کیا اور اپنی بہن کی شادی اس سے کر دی۔ (۱۵۰) جب ان کا نکاح حضرت امّ فروہؓ سے ہو گیا تو یہ تلوار کھینچ کر اونٹوں کے بازار گئے اور جس اونٹ یا اونٹنی کو دیکھا اس کے پیر کاٹنے شروع کر دیے۔ لوگ چلا اُٹھے اشعث کافر ہو گیا۔ پس جب یہ فارغ ہوئے تو تلوار رکھ دی اور کہا خدا کی قسم! میں کافر نہیں ہوا بلکہ ابوبکرؓ نے اپنی بہن کا نکاح میرے ساتھ کر دیا ہے اگر ہم اپنے شہر میں ہوتے تو ہمارا ولیمہ کچھ اور ہوتا، لہٰذا اے اہل مدینہ! قربانی کرو اور کھاؤ اور اے اونٹوں کے مالک آؤ اور ان کی قیمت لے لو۔ ایسا ولیمہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔

اشعث بن قیس شام میں جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ وہیں ان کی ایک آنکھ بھی پھوٹ گئی۔ کوفے میں سکونت اختیار کی۔ جنگِ صفین میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم راہ تھے۔ (۱۵۱)

۲۔ بنو فزارہ

بنو فزارہ بنو غطفان کی ایک شاخ ہے۔ ۹ ہجری کو چودہ یا پندرہ آدمیوں پر مشتمل بنو فزارہ کا وفد رسول اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ بڑی دبلی پتلی سواریوں پر سوار تھے۔ ان لوگوں نے اپنے اسلام کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے ان کے علاقے کا حال دریافت کیا انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہمارے علاقے میں قحط پڑ گیا ہے ہمارے کھیت خشک ہو گئے ہیں، مویشی ہلاک

۱۴۹۔ تاریخ طبری: ج ۳، ص ۳۳۸، ۳۳۷

۱۵۰۔ اُسد الغابۃ: ج ۱، ص ۲۵۰، باب الھمزۃ والشین، مادہ اشعث بن قیس

۱۵۱۔ الطبقات: ج ۱، ص ۲۵۷

ہوگئے ہیں، ہمارے عیال تباہی کی زد میں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے دعا فرمایے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پس مدینہ منورہ اور بنو فزارہ میں خوب بارش ہوئی۔[۱۵۲]

رسالاتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک وثیقہ درج ہے جو کہ بنو فزارہ سے متعلق ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں موضع عبیب اِقطاع فرمایا ہے۔[۱۵۳] یہی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وثیقہ انہیں اُس وقت دیا ہو جب یہ بہ طور وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

عیینہ بن حصین بن فزاری قلبی

عیینہ بن حصین فزاری کا تعلق بنو غطفان کی شاخ بنو فزارہ سے تھا۔ یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا اور مسلمان کی حیثیت سے فتح مکہ میں شریک تھے۔ یہ موکفۃ القلوب تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوۂ حنین کے خمس میں سے سو اونٹ عنایت فرمائے تھے[۱۵۴] لیکن بعد میں یہ اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہوگیا جس کی تفصیل ہم آگے ذکر کریں گے۔

عیینہ بن حصین بد تہذیب اعراب میں سے تھا، یعنی بدوی لوگ جیسے غیر مہذب اور ناتعلیم یافتہ ہوتے ہیں ویسے بھی تھا۔ یہ ایک مرتبہ بغیر اجازت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ کسی نے پوچھا تم نے اجازت کیوں نہیں طلب کی؟ تو کہا کہ میں نے قبیلہ مضر کے کسی شخص سے کبھی اجازت نہیں طلب کی۔[۱۵۵] باوجود اس کے کہ یہ موکفۃ القلوب میں سے تھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حنین کے مالِ غنیمت سے بہت سا مال عطا فرمایا تھا پھر بھی یہ مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ مخلص نہیں تھا۔ مندرجہ ذیل واقعات سے یہ واضح ہوجائے گا۔ ایک واقعہ کچھ یوں ہے: طائف کے محاصرے کے دوران بنو ثقیف کے ڈٹے رہنے پر اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ بزرگ اور کریم لوگ ہیں جس پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ خدا تجھے غارت کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپنے والے مشرک قوم کی تعریف کرتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں بنی ثقیف سے لڑنے نہیں آیا ہوں، بل کہ اس لیے

۱۵۲۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۵۷

۱۵۳۔ عبدالمنعم خان، رسالاتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کتب خانہ ہوم ریاست ٹونک راجپوتانہ ۱۳۳۴ھ: ص ۱۳۰

۱۵۴۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ج۴، باب العین والیاء، مادہ عیینہ بن حصین فزاری: ص ۳۱۸

۱۵۵۔ ایضا

آیا ہوں کہ جب محمد ﷺ طائف فتح کرلے تو میں بنوثقیف کی ایک لڑکی حاصل کرلوں تاکہ اُس سے میری اولاد ہو کیوں کہ یہ بڑی برکت والی قوم ہے۔[۱۵۶]

جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس قول کی شکایت کی تو آپ ﷺ مسکرادیے اور اس کی اس ناپسندیدہ بات پر اس سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے صرف اتنا فرمایا۔ "ھذا الحمق المطاع" یہ "احمق مطاع" ہے۔[۱۵۷]

اسی طرح کا ایک اور واقعہ عیینہ کے فریب کے متعلق کچھ یوں ہے کہ طائف ہی کے محاصرہ کے وقت جب بنی ثقیف قلعہ میں محصور تھے تو عیینہ ابن حصین فزاری نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ وہ قلعہ کے اندر جاکر بنی ثقیف کو اسلام کی دعوت دے۔ آں حضرت ﷺ نے اس کو اجازت دے دی۔ اس اجازت کے بعد عیینہ قلعے میں ان لوگوں کے پاس جا پہنچا اور بہ جائے اسلام کی دعوت دینے کے ان سے کہنے لگا:

> تم لوگ مضبوطی کے ساتھ اپنے قلعے میں ڈٹے رہو کیوں کہ ہماری حیثیت تو غلام سے بھی بدتر ہوتی جارہی ہے۔[۱۵۸]

اب ان کی ان تمام باتوں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے دل سے نہیں مجبوراً اسلام قبول کیا تھا، کیوں کہ کسی سچے مسلمان سے اس طرح کی باتیں توقع نہیں کی جاسکتی۔ اسلام کی اس خدمت کے بعد جب وہ واپس آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے دریافت فرمایا۔ عیینہ تم نے ان لوگوں سے کیا کہا؟ عیینہ نے کہا۔ میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی اور دین کی دعوت دی، دوزخ سے ڈرایا اور جنت کا راستہ بتلایا۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا۔ تو جھوٹ بول رہا ہے تو نے ان لوگوں سے یہ یہ کہا ہے، اور آپ ﷺ نے عیینہ کی ساری باتیں دہرادی جو اس نے بنی ثقیف سے کہی تھیں یہ سنتے ہی عیینہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ سچ کہتے ہیں میں اپنی اس حرکت پر آپ سے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔[۱۵۹]

۱۵۶۔ کتاب المغازی: ج۳، ص ۹۳۷

۱۵۷۔ ایضاً

۱۵۸۔ سیرت حلبیہ: ج۵، ص ۳۶۱

۱۵۹۔ سیرت حلبیہ: ج۵، ص ۳۶۱

اس واقعے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بدل جاتا اور اپنی اصلاح کر لیتا لیکن وہ ویسا ہی اُجڈ اور سرکش رہا یہاں تک کہ حنین کے قیدیوں کے معاملے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نافرمانی بھی کی اور ہوازن کے قیدی جو اسے بھی غنیمت میں ملے تھے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سفارش پر انہیں چھوڑنے سے انکار کیا حال آں کہ دوسرے مہاجرین وانصار نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سفارش کی وجہ سے اپنے اپنے قیدی چھوڑ دیے تھے۔[۱۶۰]

عیینہ، فزارہ اور بنو غطفان کا ارتداد

بنو فزارہ اور عیینہ بن فزارہ نے ارتداد اختیار کر لیا تھا اور طلیحہ اسدی کے تابع ہو گئے تھے۔[۱۶۱] رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد عیینہ بن حصن نے بنو غطفان کے سامنے تقریر کی، جس کا خلاصہ یہ ہے:

ماأعرف حدود غطفان منذ الانقطاع ما بيننا وبين بني اسد وإني لمجدّد الحلف الذي كان بيننا في القديم ومتابع طليحة والله لأن نتبع نبيًا من الحليفين أحب إلينا من أن نتبع نبيًا من قريش وقد مات محمد ﷺ وبقي طليحة[۱۶۲]

ہمارے اور بنو اسد کے درمیان قدیم تعلقات تھے جواب منقطع ہو چکے ہیں۔ میں اُن تعلقات کی تجدید چاہتا ہوں اور طلیحہ اسدی کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ اگر ہم اپنے حلیفوں میں سے کسی نبی کی اتباع کر لیں تو یہ بات اس سے بہتر ہے کہ ہم قریش کے نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع کریں۔ اس کے علاوہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انتقال ہو چکا ہے اور طلیحہ زندہ ہے۔

غطفان نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس نے طلیحہ کی اتباع کر لی۔ ان سب نے اس کی اتباع کی اور سب کے سب مرتد ہو گئے۔[۱۶۳]

حضرت فرازؓ، حضرت قضاعیؓ، حضرت سنانؓ اور دوسرے وہ لوگ جو فتنہ ارتداد کے انسداد کے لیے کام کر رہے تھے وہاں سے بھاگے جتنے ان کے ساتھی تھے وہ منتشر ہو گئے۔ پھر انہوں نے اس سارے معاملے کی اطلاع حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دی۔[۱۶۴] اس سلسلے میں ضرار بن الازور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی استقلال سے متعلق بیان کرتے ہیں:

۱۶۰۔ ایضاً: ص ۳۸۸

۱۶۱۔ أسد الغابۃ: ج ۴، باب العین والیاء، مادہ عیینہ بن حصین فزاری، ص ۳۱۸

۱۶۲۔ تاریخ طبری: ج ۳، ص ۲۵۷

۱۶۳۔ ایضاً

۱۶۴۔ تاریخ طبری: ج ۳، ص ۲۵۸

فمارأیت أحدًا لیس رسول اللّٰہ ﷺ بحرب شعواء من أبی بکر فجعلنا نخبرہ ولکأنہانخبرہ بہالا ولا علیہ(۱۶۵)

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ شاید ہی کسی شخص کو جنگ کی ایسی پریشان کن حالت سے مقابلہ کرنا پڑا ہو جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کو ہوا مگر اس کے باوجود ان کے استقلال میں ذرا کمی نہ تھی۔

اس فتنے کے انسداد کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی فوج کے ساتھ مقامِ بزاخہ طلیحہ اسدی اور اس کی جمیعت کے ساتھ نبرآزما ہوئے۔(۱۶۶) بہت سے قبائل یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون غالب آتا ہے۔ طلیحہ اسدی جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا وہ کذاب اپنے معاونین کے لیے عیینہ بن حصن بنو فزارہ کے ساتھ سو افراد کو لے کر پہنچا۔ صف بندی ہوئی۔ طلیحہ اپنے خیمے میں بیٹھ کر چادر میں لپٹ کر پیشن گوئیاں کرتا رہا اور اپنے زعم کے مطابق وحی کا انتظار کرتا رہا، جب کہ عیینہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گیا۔ جب قتال سے دل تنگ ہو گیا تو طلیحہ کے پاس آیا وہ اپنی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ عیینہ نے پوچھا:

کیا جبرئیلؑ آئے؟

طلیحہ نے کہا۔ نہیں

وہ پھر لوٹ گیا اور کچھ دیر بعد پھر آیا اور پوچھا کیا جبرئیلؑ آئے؟

اس نے کہا۔ نہیں۔

پھر تیسری مرتبہ آکر عیینہ نے پوچھا۔ تو طلیحہ نے کہا ہاں آئے۔

عیینہ نے پوچھا جبرئیلؑ نے کیا کہا؟

اس نے جواب دیا:

جبرئیلؑ نے کہا ہے کہ عیینہ یہ لڑائی تمھارے اسی طرح چکی کا پاٹ ثابت ہوگی جیسے عیینہ کے لیے اور ایک ایسا واقعہ ہو چکا ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔

عیینہ نے اپنے دل میں کہا واقعی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ ایک ناقابل فراموش ثابت ہوگی۔ اے بنی فزارہ! ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اب یہاں سے بھاگو بہ خدا طلیحہ کذاب ہے۔ تمام بنی فزارہ اپنے امیر

۱۶۵۔ ایضاً

۱۶۶۔ ایضاً:۲۵۵

کے حکم پر لڑائی سے کنارہ کش ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی رنگ بدل گیا۔ تمام مرتدین بھاگ کر طلیحہ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کیا حکم ہے؟ اس سے پہلے ہی طلیحہ نے اپنے بھاگنے کا سازوسامان درست کر رکھے تھے۔ اس نے ان سے کہا۔ جو میری طرح جان بچا کے بھاگ سکتا ہے وہ بھاگ جائے اور وہاں سے فرار ہو گیا۔ اس کی جماعت بالکل پراگندہ ہو گئی۔ بہت سے مارے گئے۔ (۱۶۷)

جب جنگ کے قیدی گرفتار ہوئے تو عیینہ بن حصن بھی ان قیدیوں میں تھا۔ حضرت خالدؓ نے اسے سخت جکڑنے کا حکم دیا، تاکہ عبرت حاصل ہو۔ جس وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوا اس کے دونوں ہاتھ گردن سے کے ساتھ بندھے ہوئے تھے، تاکہ اس پر عتاب ہو اور دوسروں کو خوف پیدا ہو۔ جب وہ اس کیفیت میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو مدینہ کے چھوٹے کھجور کے شاخیں اسے چھوتے تھے اور کہتے تھے: اے اللہ کے دشمن تو ایمان لا کر کافر ہوا۔ تو اس نے جواب دیا میں اب تک اللہ پر ایمان نہیں لایا تھا۔ جب یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے آیا تو ابوبکرؓ نے اسے معاف کر کے اس کی جان بخشی کر دی اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (۱۶۸)

عیینہ کے سارے حالات جاننے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں جو فرمایا کہ وہ "احمق مطاع" ہے تو وہ اس پر بالکل صادق آتا ہے اور آپ ﷺ جو فرماتے ہیں وہ ہمیشہ حق ہوتا ہے۔ اس کے تمام حالات اور ارتداد کے حالات معلوم ہونے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اُجڈ، ہٹ دھرم اور احمق تھا جس پر کسی اچھی بات کا اثر نہیں ہوتا تھا نہ ہی تالیف قلبی سے اس کا دل بدل سکا۔ تب ہی وہ طلیحہ اسدی کے فتنے کا شکار ہوا۔ لیکن مصادر میں ہے کہ آخر میں وہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔

۳۔ بنو حنیفہ اور مسیلمہ کذاب کی بارگاہ رسالت ﷺ میں آمد

۹ ہجری کو بنو حنیفہ کے اُنیس آدمیوں کا وفد نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ جن کا آپ ﷺ نے بہت تواضع اور اکرام کیا۔ یہ لوگ چند دن مقیم رہے۔ وفد کا ایک رکن رجال بن عنفوۃ حضرت اُبی بن کعبؓ سے قران کا درس بھی لیتا رہا۔ مسیلمہ کذاب بھی وفد میں موجود تھا جسے یہ لوگ اپنے سامان کی نگرانی کے لیے سامان کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ آپ ﷺ نے وفد کے ہر رکن کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔ وفد کے اراکین نے آپ ﷺ کو بتایا کہ ان کا ایک ساتھی بھی ہے جسے وہ سامان کی

۱۶۷۔ تاریخ طبری: ج ۳، ص ۲۵۵،۲۵۶

۱۶۸۔ ایضا: ص ۲۵۰

نگرانی کے لیے کجاوے میں چھوڑآئے ہیں۔آپ ﷺ نے اس کے لیے بھی اتنے ہی عطیے کا حکم فرمایا جو سب کو عطا کیا گیا تھا۔[۱۶۹]

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت اور ارتداد

اس گفت گو کے بعد یہ لوگ واپس ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کے بخشش کردہ عطایا بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب یہ لوگ یمامہ پہنچے تو اللہ کا دشمن مسیلمہ کذاب مرتد ہوگیا اور نبوت کا دعویٰ کردیا۔ کہنے لگا میں بھی محمد ﷺ کے ساتھ شریک نبوت ہوں۔[۱۷۰] بنو حنیفہ سب کے سب لوگ ہی شرپسند تھے سوائے چند ایک صحابہؓ کے جو اس فتنے میں بھی اسلام اور آپ ﷺ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، جیسا کہ حضرت ثمامہ بن اثالؓ۔ ان شریر اور شرپسند افراد کا سرغنہ مسیلمہ بن کذاب تھا۔[۱۷۱] اس سے متعلق صحیح بخاری کی ایک روایت ہے جو کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے:

> قَدِمَ مسیلمۃ الْکَذَابُ عَلَی عَھْدِ رَسولِ اللہ ﷺ فجَعَلَ یقول: إنْ جَعَلَ لِیو محمّدٌ مِنْ بَعْدِہِ تَبعتُہُ وَقَدِمَھَا فِی بَشَرٍ کَثِیرٍ مِنْ قَوْمِہِ فَأَقْبَلَ إلیہِ رَسولُ اللہ ﷺ وَمَعَہُ ثَابِتُ بنُ شماس وَفی یَدِ رَسُولِ اللہ ﷺ قِطْعَۃُ جَرِیدٍ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی مسْلیمَۃَ فِی أَصْحَابہِ فَقَالَ: لَوْ سألْتَنِي ھَذِہِ القِطْعَۃَ ما أعْطَیتکھَا وَلَنْ تَعْدُوَ أمْرَ اللہ فیکَ وَلَئِنْ أدْبَرْتَ لیَعْقِرَنّکَ اللہ وإني لأرَاکَ الّذِی۔ أریت فِیہِ مارَأَیتُ[۱۷۲]

> نبی اکرم ﷺ کے عہد میں مسیلمہ کذاب آیا اس دعویٰ کے ساتھ کہ اگر محمد ﷺ اپنے بعد (اپنا نائب وخلیفہ) بنادیں تو میں ان کی اتباع کرلوں۔ اس کے ساتھ اس کی قوم (بنو حنیفہ) کا بہت بڑا لشکر تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس کی طرف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ بھی تھے۔آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی بھی تھی۔ جہاں مسیلمہ کذاب اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔آپ ﷺ وہیں جاکر ٹھہر گئے اور آپ نے اس سے فرمایا۔ اگر مجھ سے یہ ٹہنی مانگے تو میں یہ بھی تجھے نہیں دوں گا اور تو اللہ تعالیٰ کے

۱۶۹۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص ۲۷۳، ۲۷۴

۱۷۰۔ تاریخ طبری: ج۳، ص ۱۳۸

۱۷۱۔ حضرت ابوبکر صدیق شخصیت اور کارنامے: ص ۳۴۷، ۳۵۱

۱۷۲۔ صحیح

فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے بارے میں پہلے ہی ہو چکا ہے تو نے اگر میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔ میرا خیال ہے تو وہ ہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔

اس حدیث مبارک سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مسیلمہ کذاب مدعی نبوّت بن کر اپنا حصہ مانگنے آپ ﷺ کے پاس آیا تھا اور یہ بنو حنیفہ کے ود کے بعد کا واقعہ ہو سکتا ہے۔ جب یہ اپنی قوم کے ساتھ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تھا۔

ابن اسحاق کا اس سلسلے میں بیان ہے: مسیلمہ کذاب نے جناب رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا۔ خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

فانِي قَدْأشركت فِى الامر معك ، وإنَّ لنا نصف الأرض ، ولقريش نصف الأرض، ولكن قريشًاقوم يعتدون[۱۷۳]

میں نے اس کام (نبوّت) میں آپ ﷺ سے شرکت کر لی ہے۔ اب نصف ہمارے لیے ہو گا اور نصف قریش کا حصہ ہو گا اور قریش انصاف کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔

یہ واقعہ ۱۰ ہجری کے آخر کا ہے۔[۱۷۴]

مسیلمہ کذاب کے دو قاصد یہ خط آں حضرت ﷺ کے پاس لائے تھے آپ ﷺ نے ان دونوں قاصدوں سے ارشاد فرمایا:

کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو اس (کذاب) کا دعویٰ ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا۔ ہاں بے شک ہم اسے نبی مانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر قاصدوں کا قتل روا ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔[۱۷۵]

بنو حنیفہ کا ارتداد

بنو حنیفہ کے چند مخلص صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر تمام بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کے فتنے میں ملوث ہو کر مرتد ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کا ساتھ دیا۔ طبری نے یہاں تک بیان کیا ہے کہ جب مسیلمہ کذاب نے

۱۷۳۔ سیرت ابن ہشام: ج ۴، ص ۲۴۳

۱۷۴۔ ایضاً

۱۷۵۔ سیرت ابن ہشام: ج ۴، ص ۲۴۳

نبوّت کا دعویٰ کیا تو بنو حنیفہ اتنے خوش ہوئے کہ خوشی سے تالیاں بجائیں۔(۱۷۶)

بنو حنیفہ کا مسیلمہ کذاب کا ساتھ دینے کی سب سے بڑی وجہ ان کی قبائلی عصبیت تھی، کیوں کہ مسیلمہ ان کے قبیلے سے تھا اور اس کے نبی ہونے کی وجہ سے ان کو عرب پر اقتدار حاصل ہو جاتا، اس لیے اس ارتداد میں قبائلی عصبیت اور اقتدار و قیادت کے حصول جیسے عناصر کار فرما تھے۔ جس کے نتیجے میں یہ قوم اتنی بڑی گم راہی کا شکار ہوئی۔

رجال بن عنفوۃ کا مرتد ہونا

رجال بن عنفوۃ بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے ابی بن کعبؓ سے قرآن کریم سیکھا تھا۔(۱۷۷) وفد میں شامل دوسرے افراد کی طرح اس کو بھی رسول اللہ ﷺ نے پانچ اوقیہ چاندی عطا فرمائی تھی۔(۱۷۸) یہ ارتداد کے زمانے میں ابوبکر صدیقؓ کے پاس آیا تھا تو انہوں نے اسے اہل یمامہ کو دعوت الی اللہ دینے اور انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنے کے لیے بھیجا، لیکن اس نے اس کے برعکس وہاں جاکر مسیلمہ کذاب کی نبوت کی گواہی دے دی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ مسیلمہ بن حبیب کو ان کے ساتھ حکومت میں شریک کیا گیا ہے۔ اہل یمامہ کو سب سے بڑا گم راہ کرنے والا یہ ملعون تھا بل کہ مسیلمہ کذاب سے بھی بڑا فتنہ تھا اس کی وجہ سے اہل یمامہ نے مسیلمہ کذاب کی اتباع کی۔(۱۷۹)

مجاعہ بن مرارۃ

مجاعہ بن مرارۃ بنو حنیفہ کے رؤسا میں سے تھے۔ یہ اپنے والد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں عورہ، غرابہ، حُبل کے علاقے اِقطاع کیے اور وثیقہ لکھ دیا۔(۱۸۰)

۱۷۶۔ تاریخ طبری: ج۳، ص۱۳۸

۱۷۷۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۷۴

۱۷۸۔ ایضاً

۱۷۹۔ البدایۃ والنہایۃ: ج۹، ص۴۶۶

۱۸۰۔ اُسد الغابۃ: ج۵، ص۵۷، باب المیم والجیم، مجاعۃ بن مُرارۃ

جب مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے درمیان جنگ کے ہنگاموں کا آغاز ہونے لگا تو مجاعہ نے اس افراتفری میں بنی عامر اور بنی تمیم سے انتقام لینے کا موقع غنیمت جانا اور اپنے تیس شہ سواروں کے ساتھ نکلا۔ واپسی پر انہیں مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس لے جایا گیا۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا اے بنی حنیفہ! تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم کہتے ہیں کہ ایک نبی تم میں سے اور ایک نبی ہم میں سے ۔ یہ جواب سن کر حضرت خالدؓ نے مجاعہ کے علاوہ سب کو قتل کرانے کا حکم دے دیا۔ آپؓ نے اسے اپنے پاس یرغمال کے طور پر رکھا کیوں کہ وہ جنگی چالوں کا ماہر تھا اور بنی حنیفہ کا شریف مطاع سردار تھا۔ [(۱۸۱)]

جب مسلمانوں اور کفار میں جنگ کا آغاز ہوا تو مجاعہ یرغمال ہونے کی وجہ سے حضرت خالدؓ کی بیوی اُم تمیم کے خیمے میں اسیری کی حالت میں موجود تھا۔ جب مسلمانوں اور کفار میں جنگ شروع ہوئی اور مسلمان پسپا ہوئے اور بنی حنیفہ کے کچھ لوگ امّ تمیم کے خیمے کے اندر آ گئے تاکہ اُسے قتل کر دے، مگر مجاعہ نے اسے بچایا اور حملہ آوروں سے کہا کہ میں ان کا ہم سایہ ہوں اور یہ ایک شریف بی بی ہیں۔ اس طرح اس نے حملہ آوروں کو پلٹا دیا۔ [(۱۸۲)]

مجاعہ بن مرارۃ بھی مسیلمہ کو کذاب سمجھتا تھا لیکن قبیلہ اور عصبیت کے جذبے کی وجہ سے اسے نبی مانتا تھا۔ اس بات کی وضاحت اس واقعے سے بھی ہوتی ہے ۔ مجاعہ نے حضرت خالدؓ کو جب وہ اسیری میں تھا واقعہ سنایا کہ بحرین کا ایک شخص مسیلمہ کا کاتب تھا اس کو مسیلمہ نے اپنے بہت ہی قریب کر لیا تھا کسی کو قربت کا یہ مقام حاصل نہیں تھا۔ وہ ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا: تباہی ہے اے یمامہ والو! تمھارا ساتھی واللہ کذاب ہے ۔ میرے خیال میں تم مجھے متہم قرار نہیں دوگے (کہ میری اس بات میں شبہ کرو) کیوں کہ تم یہ جانتے ہو کہ اس کے نزدیک میرا کتنا بڑا مقام ہے لیکن واللہ وہ تم سے جھوٹ بولتا ہے اور تم سے باطل کی بیعت لیتا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے مجاعہ سے دریافت کیا کہ پھر اس بحرینی نے کیا کہا؟ اس نے جواب دیا وہ اس کے پاس سے بھاگ کھڑا ہوا۔ خالد نے فرمایا اس خبیث کے کچھ اور جھوٹ بیان کرو۔ اس پر مجاعہ نے اس کے کچھ رجزیہ کلام پیش کیے، اس پر خالدؓ نے اس سے پوچھا۔ کیا تم لوگ اس کو حق سمجھتے تھے اور اس کی

۱۸۱۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۹، ص ۴۶۷

۱۸۲۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۸۸

تصدیق کرتے تھے؟ مجاعہ نے کہا اگر ہمارے نزدیک یہ حق نہ ہوتا تو کل آپ کے مقابلے میں دس ہزار تلواریں جمع نہ ہوتیں۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ تمھارے مقابلے میں اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ اپنے دین کو غالب کرے گا یہ لوگ ہم سے نہیں اللہ سے جنگ کر رہے ہیں، اس کے دین کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ (۱۸۳)

جب مسلمان کفار کے مقابلے میں فتح یاب ہوئے تو مجاعہ بن مرارہ نے کوشش اور حکمت عملی سے حضرت خالدؓ کے ساتھ اپنی قوم کی مصالحت کرادی اور اُن لوگوں نے دوبارہ رجوع کیا اور اسلام کو قبول کر لیا۔

مسیلمہ کذاب کے فتنے کا خاتمہ

مسیلمہ کذاب کے فتنے کے خاتمے کے لیے مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب اور اس کے حواریوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کی۔ مسلمانوں کے لشکر کی قیادت حضرت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے۔ مرتدین نے مسلمانوں پر نہایت سخت حملہ کیا۔ شروع میں مسلمان پسپا ہوئے اور اس دوران کچھ بنو حنیفہ کے لوگ حضرت خالدؓ کے خیمے میں ان کی بیوی کو قتل کرنے گھس گئے لیکن مجاعہ نے ان کی حفاظت کی اور بنو حنیفہ کے افراد کو واپس بھیجا۔ اس چکر میں رجال بن عنفوۃ ملعون بھی قتل ہوگیا اور اس کا قتل حضرت عمر فاروقؓ کے بھائی حضرت زید بن خطابؓ نے کیا۔ (۱۸۴)

آہستہ آہستہ جنگ کا پانسہ پلٹا اور مسلمان دشمن کو دھکیلتے ہوئے ان کی صفیں چیرتے آگے بڑھتے گئے۔ ہر کوئی اس کوشش میں تھا کہ مسیلمہ کذاب ہاتھ لگ جائے اور وہ اُسے جہنم واصل کر دے۔ صحابہ کرامؓ نے اس معرکے میں انتہائی صبر واستقامت کا ثبوت دیا اور برابر دشمن کی طرف بڑھتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس جنگ میں قتل ہونے والے مرتدین کی تعداد دس ہزار تھی اور جامِ شہادت نوش کرنے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد چھ سو تھی۔ شہید ہونے والے زیادہ تر کبار صحابہؓ تھے۔ (۱۸۵) بعد ازاں بنو حنیفہ کے جو بچے ہوئے لوگ تھے مجاعہ بن مرارعہ نے کمالِ حکمت عملی سے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان سے مصالحت کرنے پر راضی کر لیا اور اُن سب نے رجوع کیا اور دوبارہ اسلام لے آئے۔ (۱۸۶)

۱۸۳۔ حضرت ابوبکر صدیق شخصیت اور کارنامے: ص ۳۵۵، ۳۵۶

۱۸۴۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۷، ص ۴۶۷، ۴۶۸

۱۸۵۔ البدایۃ والنھایۃ: ج ۹، ص ۴۶۸، ۴۶۷

۱۸۶۔ ایضاً: ص ۴۷۰، ۴۶۹

اس کے بعد بنو حنیفہ کا وفد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آیا۔ ابوبکرؓ نے ان سے کہا کہ تم لوگوں نے یہ کیا حرکت کی کہ اسلام سے بغاوت کی۔ انہوں نے کہا اے خلیفۂ رسول ﷺ! ہم سے جو لغزش ہوئی وہ ایک منحوس آدمی کی وجہ سے ہوئی کہ جسے نہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں برکت دی نہ اس کے خاندان کو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کا عذر قبول کیا اور نہیں معاف فرمایا۔(۱۸۷)

فتنہ ارتداد میں کچھ لوگ ضرور مرتد ہوئے اور لوگوں کی گم راہی کا باعث بنے لیکن اس واقعے سے کھرّے کوٹے کی پہچان ہوگئی اور ان نومسلم مسلمان یا رؤسا جن کی تالیف قلبی کی گئی تھی ان کا اخلاص بھی سامنے آگیا کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اگر ان کے اندر نقص ہوتا تو وہ بھی ضرور ارتداد کرتے لیکن اُن میں سے زیادہ تر افراد اسلام پر قائم رہے۔ ان میں بہت بڑے بڑے نام ہیں جنہوں نے آگے جاکر اسلام کے ساتھ مخلص ہونے کا ثبوت دیا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے مجموعی طور پر مثبت اثرات مرتب ہوئے اور دعوتی پہلو سے اسے دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی یہ نہایت کام یاب حکمت عملی تھی جس کے دور رس نتائج حاصل ہوئے تھے۔

عہدِ نبوی ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے دعوتی اثرات کا تجزیہ

اس باب میں ہم نے تفصیل کے ساتھ آپ ﷺ کے اِقطاع وعطایا کے نوازنے کے دعوتی پہلوؤں کا جائزہ لیا اور ان کے اثرات پر بحث بھی کی۔ اب ہم ان اثرات کا مختصراً جائزہ نقاط کی صورت میں لیتے ہیں:

۱۔ عہد جاہلیت کے بہت بڑے اللہ کے دشمن کا قبول اسلام کے بعد اللہ کی راہ میں آنکھوں کو قربان کردینا

یہاں ہم ذکر کررہے ہیں حضرت ابوسفیان بن حربؓ کا۔ کون نہیں جانتا کہ ابوسفیان اور اس کی اسلام کی دشمنی کو۔ اس نے ہر مرحلے پر حضور اکرم ﷺ کی سخت مخالفت کی۔ آپ قریش کے صفِ اوّل کے سرداروں میں سے تھے بل کہ ابوجہل کے بعد قریش کا یہ ہی بہت بڑا سردار تھا جس نے مسلمانوں کے ساتھ لڑی جانے والی تمام جنگوں میں قریش کی قیادت کی۔ لیکن جب یہ اسلام لائے تو آپ ﷺ نے

۱۸۷۔ ایضاً: ص ۴۷۱، ۴۷۰

اس سے درگزر فرمایا۔ فتح مکہ پر اس کی عزت افزائی کرتے ہوئے اس کے گھر کو پناگاہ قرار دیا۔ اسی طرح غزوۂ حنین کے اموال میں سے اس کو اور اس کے بیٹوں کو خطیر عطایا عنایت فرما کر اس کی تالیف القلبی فرمائی۔ اس تالیف القلبی سے اس کے اندر اسلام کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شکر گزاری اور ممنونیت جیسے جذبات واحساسات پیدا ہوئے۔ یوں ابوسفیان مسلمانوں کے خلاف رئیس الاعدا، جب ایمان کے نور سے منور ہوئے تو اپنی دونوں آنکھیں اللہ کی راہ میں قربان کر کے نابینا ہو گئے۔ آپؓ کی ایک آنکھ غزوۂ طائف میں تیر لگنے سے ضائع ہوئی جس پر انہوں نے جنت کے چشمے کو ترجیح دی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک میں تیر لگنے سے ضائع ہوئی۔ آپؓ کی یہ قربانی ان کے جذبۂ ایثار کی دلیل ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؓ اسلام پر کس قدر ثابت قدم اور آپ کا ایمان کس قدر پختہ ہو چکا تھا اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص کا ہی نتیجہ اور فیض کا اثر تھا کہ ابوسفیان جیسا اسلام دشمن اسلام کے ساتھ اس قدر مخلص ہو گیا تھا۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سپہ سالارِ مشرکین کو سالارِ مسلمین بنانا

مالک بن عوف نصری جو غزوۂ حنین کے موقع پر مشرکین کی فوج کا سپہ سالار تھا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اس قدر متشدد تھا کہ اس ڈر سے کہ اس کی فوج جنگ کے میدان میں کم زور نہ پڑے اپنی تمام قوم بمعہ اہل وعیال واموال کے آیا تھا۔ شکست کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے نہ صرف اس کے عیال واموال کو تحفظ عطا فرمایا، بل کہ اس کے قبول اسلام سے قبل ہی اس کو عطایا عنایت فرمایا جو کہ سو اونٹ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفقت نے اس کی دل کی دنیا بدل دی اور وہ شخص جو مسلمانوں کی طاقت ختم کرنے اُن سے لڑنے آیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آکر اسلام کو قبول کرتا ہے۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کے اس انداز کے سبب تھا جو قلب ماہیت کو یک سر تبدیل کر لیتا تھا بل کہ مسخر کر لیتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوفؓ کے قبول اسلام کے بعد اسے ہوازن اور فہم کے مسلمانوں کا حاکم اور فوجی سالار بنا دیا اور اب وہ بہ حیثیت مسلمان فوج کے سردار کے مشرکین کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا تھا۔ وہ مالک بن عوفؓ جو اپنی قوم کے عیال واموال لے جانے کے اعتراض اور اختلاف کرنے پر خودکشی کرنے کو تیار ہو گیا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے ساتھ اس قدر مخلص ہوا کہ

طائف کے قریبی علاقوں میں جو لوگ مسلمان تھے یا ہو رہے تھے آپؐ نے ان کی ایک فوج تیار کی اور مشرکین خاص کر اپنی قوم پر حملے کیے۔ آپؐ اپنی قوم کے لیے پریشانی کا سبب بنے۔ یہاں تک کہ غنائم میں سے حضور اکرم ﷺ کو باقاعدہ خمس بھیجتا تھا۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ کی فیاضی سے بدّو کے ذریعے پورے قبیلے کا اسلام لانا

رسول اللہ ﷺ اتنی فیاضی سے عطایا عنایت فرماتے تھے کہ عطیہ حاصل کرنے والے کا دل اسلام کے لیے کشادہ ہو جاتا تھا۔ جیسے کہ ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے بکریوں کا ایک ریوڑ مانگا۔ اس ریوڑ میں اتنی بکریاں تھی کہ دو پہاڑوں کے بیچ میں جتنی جگہ ہوتی ہے وہ بکریوں سے بھر جائے۔ اندازہ کریں کہ وہ کتنی بے شمار بکریاں ہوں گی اور اس طرح کسی غریب بدّو کے مانگنے پر جب آپ ﷺ نے بغیر کسی تامل کے اُسے وہ ریوڑ عطا کر دیا تو آپ ﷺ کی فیاضی سے وہ بدّو اتنا حیران اور متاثر ہوا کہ اپنی قوم کے پاس جاکر انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی اور کہا: اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ کیوں کہ محمد ﷺ اتنا کچھ عطا کرتے ہیں کہ پھر محتاجی کا ڈر نہیں رہتا۔ یوں اس بدو کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ بدو چوں کہ دیہاتی لوگ ہوتے تھے اس لیے یہ جاہل اور اجڈ ہوتے تھے مگر آپ ﷺ کے اخلاص و شفقت اور فیاضی نے اس بدو کے دل کو اس حد تک متاثر کیا کہ اس نے جاکر اسلامی دعوت کا اتنا بڑا کام سرانجام دیا کہ اپنے قبیلے کو اسلام میں داخل کرنے کا باعث بنا۔

۴۔ بارگاہ نبوت میں آنے والے وفود کی تالیف القلبی اور عزت افزائی

نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرب کے کونے کونے سے مختلف قبائل کے افراد بہ طور وفود حاضر ہوتے تھے۔ ان کے مقاصد مختلف ہوتے۔ ان میں سے کچھ اسلام قبول کر چکے ہوتے اور آپ ﷺ کے پاس اسلام پر بیعت کرنے حاضر ہوتے تھے۔ کچھ اسلام کے بارے میں جاننے آتے اور سوالات پوچھتے اور پھر مطمئن ہونے کے بعد اسلام قبول کرتے۔ کچھ خاص معاہدات کی غرض سے آتے۔ رسول اللہ ﷺ ان تمام وفود کے ساتھ خواہ وہ کسی بھی غرض سے آتے، انتہائی شفقت اور اکرام سے پیش آتے۔ ان کی مہمان نوازی فرماتے جس سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ جیسے کہ وفد اشجع تھا جنہوں نے آپ ﷺ کی دعوت دینے پر صاف کہہ دیا تھا کہ وہ صرف معاہدے کی غرض سے آئے ہیں

اسلام قبول کرتے نہیں۔ لیکن آپ ﷺ کے حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوئے کہ خود ہی پکار اُٹھے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ہم آپ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے پاس آنے والے زیادہ تر وفود کی تالیف قلبی کے لیے وفد کے تمام افراد کو عطایا سے نوازتے تھے جو کہ پانچ پانچ اوقیہ چاندی ہوتی یا کھجوریں۔ قبیلے کے اہم افراد کو آپ ﷺ عہدے سے بھی نوازتے۔ اسے اس کی قوم کا امیر یا سردار مقرر فرماتے۔ وفد کے قائد یا سربراہ کی عزت افزائی کے لیے اُسے بارہ اوقیہ چاندی سے نوازتے۔ یہ وفود جب اپنے قبیلوں میں واپس جاتے تو دعوت کا کام نہایت دل جمعی سے انجام دیتے۔ اس لیے اسلام کی دعوتی تحریک میں وفود کا کردار بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ ان کے تبلیغی سائی کی بدولت ان کے علاقے مشرب بہ اسلام ہوئے۔

۵۔ رسول اکرم ﷺ کے حلیفانہ روابط قائم کرنے کی بہ دولت قبائل کا جاں نثار و علم بردارِ اسلام بن جانا

نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں ریاست قائم کی تو آس پاس ، واقع قبائل کے ساتھ امن کے معاہدات کیے اور حلیفانہ روابط قائم کیے۔ ان کے سرداروں کو اِقطاع عنایت فرمائے۔ ان دوستانہ روابط اور میل جول کی بہ دولت لوگوں کی آمد ورفت ایک دوسرے کے علاقوں میں قدرآشنا ہوگئی اور اسی کے ذریعے آپ ﷺ نے ان قبائل کو دعوت پہنچانے کا موثر انتظام کیا۔ وہاں آپ ﷺ کی طرف سے مختلف افراد دعوت کا کام سرانجام دیتے جن میں سے زیادہ تر افراد اُسی قبیلے ہی سے تعلق رکھتے جو کہ بارگاہِ نبوت ﷺ سے فیض یاب ہو چکے ہوتے تھے۔ اس طرح انتہائی سرعت سے اسلام کا پیغام تمام قبائل میں پھیلتا چلا گیا اور لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ بعض اوقات پورے کا پورا قبیلہ ایک ساتھ ہی اسلام قبول کر لیتا۔ اس لیے کچھ ہی عرصے میں تمام قبائل آپ ﷺ اور دین اسلام کے جان نثار سپاہی اور تابع بن گئے۔

ان تمام نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اِقطاع وعطایا کی پالیسی کو اگر دعوتی پہلوؤں سے دیکھا جائے تو یہ آپ ﷺ کی کامیاب ترین حکمت عملی ثابت ہوتی ہے، جس سے آپ ﷺ نے مختلف قبائل اور ان کے قائدین کو اسلام کے تابع بنایا اور اس طرح آپ ﷺ نے اپنا اصل مقصد جو کہ دعوت الی اللہ تھا، حاصل کر لیا۔